درس حدیث

محمد اظہر مدنی

میں عادل نہیں تو پھر کون؟

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ أنہ قال: ''لما کان یوم حنین آثر النبی صلی اللہ علیہ وسلم أناساً فی القسمۃ، فأعطی الأقرع بن حابس مائۃ من الابل، وأعطی عیینۃ مثل ذلک، وأعطی أُناسا من أشراف العرب، فآثرھم یومئذ فی القسمۃ، قال رجل: واللہ ان ھذہ القسمۃ ما عدل فیھا، أوما أُرید بھا وجہ اللہ. فقلت: واللہ لأخبرن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فأتیتہ فأخبرتہ، فقال: ''فمن یعدل اذا لم یعدل اللہ ورسولہ، رحم اللہ موسیٰ، قد أوذی بأکثر من ھذا فصبر'' (رواہ البخاری:۳۱۵۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کرتے وقت بعض لوگوں کو زیادہ دیا، جیسے اقرع بن حابسؓ کو سو اونٹ دیئے اور اتنے ہی اونٹ عیینہ بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیئے اور عرب کے کئی اشراف لوگوں کو اسی طرح تقسیم میں زیادہ عطا فرمایا، جس پر ایک شخص (معتب بن قشیر جو منافق تھا) بول پڑا کہ اللہ کی قسم! اس تقسیم میں نہ تو عدل وانصاف کا لحاظ رکھا گیا ہے اور نہ ہی اللہ کی خوشنودی کا خیال۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں ضرور اس بات کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوں گا۔ لہٰذا میں آپ ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: اگر اللہ اور اس کا رسول بھی عدل نہ کرے تو پھر کون عدل کرے گا؟ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ ان کو لوگوں سے اس سے بھی زیادہ تکلیف پہنچی لیکن وہ صبر کے پیکر بنے رہے۔

تشریح: ماہ شوال ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین کا واقعہ پیش آیا۔ جس میں بہت سارے واقعات رونما ہوئے اور ہر واقعہ اپنی جگہ میں اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح اس غزوہ کی نوعیت بھی دیگر دوسرے غزوات سے بالکل مختلف تھی اور اس کے بہت سارے امتیازات وخصوصیات تھیں جس کی وجہ سے اس کے سبق آموز پہلو سامنے آتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ اصحاب سیر کی کتابوں کی ورق گردانی کریں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ غزوہ حنین ہی کا امتداد غزوہ طائف ہے، جو اسی ماہ شوال ۸ھ میں پیش آیا جو دروس وعبر اور موعظت سے لبریز ہے۔ اس غزوہ کے تین اہم اور سبق آموز واقعات یہ ہیں۔

پہلا یہ ہے کہ اس غزوہ کی ابتداء میں ابھی مسلمان پڑاؤ ڈال ہی رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ترتیب وتنظیم فرما رہے تھے کہ اچانک گھات لگائے دشمن ان پر یکا یک ٹوٹ پڑے، جس کے نتیجہ میں مسلمان شکست سے دوچار ہوئے۔ اس شکستِ فاش کی وجوہات واسباب پر اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ (۲۶/۲۵) میں مفصل خطاب فرمایا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ اللہ رب العزت والجلال کی نصرت وتائید کے بعد مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی یہ غزوہ جہاں بہت سارے ناحیوں سے ممتاز اور نتیجہ خیز تھا وہیں اس میں مسلمانوں کو کافی مال غنیمت بھی حاصل ہوا۔ تیسرا یہ ہے کہ اس غزوہ میں ایک ایسا حادثہ رونما ہوا جو تاریخ کا سیاہ باب ہے، جس کو سن کر کسی بھی انصاف پسند انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ کیوں کہ منافقین نے ایک ایسی شخصیت پر الزام لگایا تھا جن کے اعلیٰ اخلاق وکردار کے گن کفار قریش بھی گاتے تھے اور وہ اس بات پر متفق تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صادق وامین ہیں، مکارم اخلاق، خصائل حمیدہ، اوصاف جمیلہ کے پیکر، فضل وکمال، حسن وجمال کے مجسم اور رذائل سے پاک ومبرا ہونے کے ساتھ ساتھ ساری انسانیت کے لیے رحمت اور خیر وبھلائی کا سرچشمہ ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مقام جِعرانہ میں جمع کیے گئے مالِ غنیمت کی تقسیم شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکمت عملی اپنائی کہ آپ نے سرداران قریش اور رؤساء قوم کے علاوہ کچھ بدوی قبائل کی معروف شخصیات کی تالیف قلب اور دلجوئی کے لیے مال غنیمت سے حصہ زیادہ دیا۔ جس کی تفصیل بخاری شریف میں ''**کتاب فرض الخمس، باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبھم وغیرھم من الخمس ونحوہ**'' کے تحت مذکور ہے کہ آپ نے حکیم بن حزام، ابوسفیان، معاویہ بن ابی سفیان، اقرع بن حابس، عیینہ بن حصین، مالک بن عوف، حارث بن حارث، حارث بن ہشام، قیس بن عدی، حویطب بن عبدالعزیز وغیرہ اصحاب رضی اللہ عنہم کو خوب خوب نوازا اور بقیہ انصار اور دیگر لوگوں پر ان کو فوقیت دی۔ اتنے میں اچانک ایک آدمی کھڑا ہوتا ہے جس کے بارے میں اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ وہ معتب بن قشیر نامی منافق شخص تھا کیوں کہ کوئی ادنیٰ مسلمان کبھی بھی اس قسم کی جرأت نہیں کرسکتا ہے، اس نے کہا کہ ''**واللہ ان ھذہ قسمۃ ما عدل فینا واما ارید فیھا وجہ اللہ**''۔ اللہ کی قسم! یہ کیسی تقسیم ہے جس میں نہ تو عدل وانصاف کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی منشا اور اس کی رضامندی کا لحاظ ہے۔ منافق کی ساری گفتگو راوی حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بغور سن رہے تھے۔ اس کی باتیں سن کر آپ نے قسم کھاتے ہوئے یہ کہا کہ اس منافق کی بات کو میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاؤں گا۔ چنانچہ وہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**فمن یعدل اذا لم یعدل اللہ ورسولہ**'' اگر اللہ اور اس کے رسول بھی عدل وانصاف نہ کریں تو پھر (اس روئے زمین پر) کون ہے جو عدل وانصاف کرے گا؟۔ اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو یاد کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ رحمتوں کی برکھا برسائے حضرت موسیٰ پر جن کو ان کی قوم کے لوگوں نے اس سے بھی زیادہ تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں لیکن وہ صبر و اولوالعزمی کی چٹان بنے رہے۔ ہائے ہائے! رسول گرامی قدر پر وہ کیسا سنگین الزام و بہتان تھا؟ جس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ آج ہمارے سماج میں بھی اپنے ناجائز مقاصد کی تکمیل کے لیے اس قماش کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ملک ومعاشرہ کو ایسے منافقین سے محفوظ رکھے۔ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہم سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا محبّ اور ان کی سنتوں کا پکا عامل بنائے۔ آمین۔ **وصلی اللہ علی نبینا محمد و سلم تسلیما کثیرا**

☆☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
خودکشی کسی مسئلہ کا حل نہیں ۷
موزوں پر مسح کے احکامات کا خلاصہ ۱۰
مقام رسول ﷺ قرآن وحدیث کی روشنی میں ۱۱
مغرب سے قبل دو رکعت ۱۵
نیک اعمال کی منصوبہ بندی ۱۶
اعلان داخلہ المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیه ۱۸
فضائل اخلاق ۱۹
سماج کی اصلاح میں عورت کا کردار ۲۳
زکوٰۃ کے اثرات انسانی زندگی پر ۲۴
جنگ آزادئ ہند میں علمائے اہل حدیث کا کردار ۲۶
جماعتی خبریں ۲۸
تعلیم نسواں کی اہمیت ۲۹
سابق امیر حافظ محمد یحییٰ دہلویؒ صاحب کے انتقال پر تعزیتی خط ۳۱
اشتہار اہل حدیث منزل واہل حدیث کمپلیکس ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک
سالانہ ____ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ____ ۷/روپے
پاکستان ____ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

کفر ومعاصی - مظالم وماتم کا پیش خیمہ

وَقَالَ مُوسَىٰ اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ'' (ابراھیم:۸) ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم سب اور روئے زمین کے تمام انسان اللہ کی ناشکری کریں تو بھی اللہ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔''

یعنی اگر روئے زمین کے تمام انسان اللہ جل شانہ کی ناشکری کرنے لگیں تو بھی اس کی شان یہ ہے کہ اس کی بے نیازی اور تعریف میں کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے۔ وہ آقا اور مالک ہے تو ہے، وہ معبود برحق ہے تو ہے۔ وہ قادر مطلق ہے تو ہے۔ اس میں تمہارے ماننے نہ ماننے سے کوئی فرق پڑنے والا ہرگز نہیں ہے۔ تم سے پہلے بھی بہت سے اولیاء وانبیاء آئے۔ نہ نیکوں سے دنیا کبھی خالی رہی ہے اور نہ نافرمانوں کی بھی دنیا میں کمی رہی ہے۔ وہ تو زمین میں فساد پھیلانے کے لیے ہیں ہی۔ ان سب کے آنے جانے سے اللہ رب العزت کی قدرت وعظمت میں کوئی فرق نہ پڑا ہے نہ پڑے گا۔ تمہاری اطاعت وبندگی، غلامی وعبدیت، عبودیت وانکساری اور تواضع وتذلل سے اس کی خدائی وبزرگی اور کبریائی میں ذرہ برابر اضافہ ہونے والا نہیں ہے اور نہ تمہاری سرکشی، نافرمانی و ناہنجاری اور سرتابی سے اس کا کچھ بگڑنے والا ہے اور نہ اس کی بزرگی وکبریائی میں کمی واقع ہونے والی ہے۔ تم جب بھی بھلا برا بنتے اور کرتے ہو وہ خود تمہارے نفع ونقصان کا ذریعہ ہے۔ ''اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا'' (بنی اسرائیل:۷) ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے نیک اعمال کو جزائے موفور اور اجر عظیم کی شکل میں جمع کر رکھا ہے اور تمہارے اعمال بھی تمہارے نامہ اعمال کا حصہ بن چکے ہیں۔ جیسا کرو گے ویسا ہی بھرو گے، جیسا بوؤ گے ویسا ہی کاٹو گے اور جیسا سوچو گے ویسا ہی عمل سرزد ہوگا۔'' انما هی اعمالكم احصيها لكم ثم اوفيكم اياها فمن وجد خيرا فليحمد الله ومن وجد غير ذلك فلا يلومن الا نفسه'' (مسلم) 'یہ تمہارے اپنے اعمال ہی ہیں جن کا میں تمہارے حساب میں شمار کرتا ہوں۔ پھر ان کی پوری پوری جزا تمہیں دیتا ہوں۔ پس جسے کوئی بھلائی نصیب ہو اُسے چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جسے کچھ اور نصیب ہو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔''

''وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ''(فصلت:٤٦)''اور تمہارا رب اپنے بندوں کے حق میں ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''

وہ اپنے ہی بندوں اور غلاموں کو ٹارچر کر کے کیا کرے گا۔ غلام اور نوکر ہی بھاگ بھاگ جاتے ہیں اور دردر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ دنیا کے ان کم سمجھ، بےعلم اور جاہل غلاموں اور نوکروں کو احساس بھی ہے کہ وہ نانِ شبینہ کو ترس رہے ہیں، در بدر بھٹک رہے ہیں، ٹھوکریں کھا رہے ہیں، دھتکارے جا رہے ہیں، بھگائے اور ستائے جا رہے ہیں، انتہائی ذلت سے ٹھکرائے اور مارے جا رہے ہیں۔ کوئی ترس کھانے والا، بچانے والا، سہارا دینے والا نہیں نظر آ رہا ہے۔ یہ تو ادنیٰ درجہ کی ناسمجھی ہے۔ اس طرح تو بہائم بھی آزاد رہنا پسند نہیں کرتے۔ ایک کھونٹے سے بندھا رہنا، ایک ہی مالک کا ہل چلانا اور کھیت جوتنا، ایک آقا کے مکلّف کیے ہوئے کام کرنا اور اس کے بنائے ہوئے جوئے کو اپنے کندھوں پر بڑی آسانی سے ڈال لینا، اپنی روزی کو صرف اپنے سامنے سے کھانا، کسی اور کے کھیت میں نہ جانا اور کسی پرائے مال اور خوب صورت جال میں نہ پھنسنا ان کا وطیرہ بن جاتا ہے۔ اس لیے نہ وہ اوباش لڑکوں کی لاٹھی کھاتے ہیں، نہ غیروں کی مار و دھتکار سہتے ہیں، اور نہ کسی کی مجال ہے کہ وہ اپنے جال و جنجال میں ڈال کر ایسے جانوروں کو پھنسا و ہنکا لے جائے، بلکہ اس کی حمایت وحفاظت کے لیے شرف انسانیت سے مشرف حضرت انسان ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ اور اس کی دیکھ ریکھ اور نگہداشت میں لگا رہتا ہے۔ اور خدانخواستہ کبھی وہ بھول چوک کر اور اپنی صفت بہیمیت سے مجبور ہو کر کہیں کچھ اونچ نیچ کر بیٹھا تو اس کا آقا و مالک اسے بچالیتا ہے اور خود اس کا بدلہ صاحب حق کو چکا دیتا ہے۔ مار و دھتکار اور ذلیل وخوار ہونے کے لیے اسے نہیں چھوڑ دیتا کہ جو چاہے جہاں اور جب اس کو ستاتا اور رولاتا رہے۔ مگر اے حضرت انسان! تو تو خلعت کرامت وشرافت کے ساتھ پیدا کیا گیا تھا، تو پھر تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔؟''یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ ''۔(الانفطار:٦)''اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا اور فریب میں مبتلا کر دیا۔''

تو کتنا گر گیا کہ جانوروں سے بدتر ہو گیا؟ دیکھو! وہ صفت بہیمیت سے بھی متصف ہو کر اطاعت گذار اور فرماں بردار و مسخر ہیں۔ ان کی زبان نہ سمجھنے والے انسان نے ان کو باتوں باتوں، اشاروں اشاروں بلکہ صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو ابلغ ترین اور افصح ترین انداز میں تھوڑے سے میٹھے بول بول کر، تھوڑی انسیت دکھا کر اور تھوڑی سی گھاس پھوس کھلا کر غلام بے دام بنا رکھا ہے۔ تم اتنے احسان فراموش، خود فراموش اور غفلت کوش ہو کہ اپنے خالق، اپنے مالک، اپنے بنانے والے، سنوارنے والے اور خوبصورت وسڈول جسم اور پاکیزہ روح عطا کرنے والے ہی کے سلسلہ میں دھوکہ کھا گئے؟ تم سے زیادہ ناشکرا اور نادان و نامراد کون ہوسکتا ہے؟ تم کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ یہ جانور اور بہائم اگر آقا کی نافرمانی کریں تو اپنے نقصان کے ساتھ آپ کو بھی نقصان پہنچا دیں گے، اپنے نفع رسانی کے ساتھ آقا کے بھی وارے نیارے کر دیں گے۔ مگر تم انسان ہو کر بھی اتنا نہ جان پائے کہ تمہاری تو بربادی مکمل ہو ہی گئی، مگر جس محسن و مالک کو تم چھوڑ کر آزاد و آوارہ بنے پھرتے ہو تو تم اپنی اس بے راہ روی کو جو بھی نام دو اور اپنے آپ کو جتنا کچھ بھی بربادی و نافرمانی کی انتہا کو پہنچا لو اس کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ اس کی بڑائی و کبریائی میں کمی پیدا کر سکتے ہو۔ تم ہی کیا، اگر سارا جہاں مل کر بھی سب سے بڑا نیک بن جائے یا سب یک جٹ ہو کر سب نافرمانی اور فسق و فجور میں سب سے بڑے فاسق وفاجر بن جائیں اور اسلام اور مسلمانوں سے کوئی واسطہ نہ ہو تو بھی اس کی آقائیت اور سلطنت میں کچھ بھی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''یا عبادی لو ان أولکم وآخرکم وانسکم وجنکم کانوا علی افجر قلب رجل واحد ما نقص ذلک من ملکی شیئا، یا عبادی لو ان اولکم وآخرکم، وانسکم وجنکم قاموا فی صعید واحد، فسالونی فأعطیت کل انسان مسألته، ما نقص ذلک مما عندی الا کما ینقص المخیط اذا أدخل البحر، یا عبادی انما هی أعمالکم أحصیها لکم، ثم أوفیکم ایاها، فمن وجد خیرا فلیحمد الله، ومن وجد غیر ذلک فلا یلومن الا نفسه ''(مسلم)''اے میرے بندو! اگر اول سے آخر تک تم سب انس وجن اپنے سب سے زیادہ متقی شخص کے دل جیسے ہو جاؤ تو اس سے میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں ہو جائے گا۔ اے میرے بندو! اگر اول سے آخر تک تم سب انس وجن اپنے سب سے زیادہ بدکار شخص کے دل جیسے ہو جاؤ تو میری بادشاہی میں اس سے کوئی کمی نہ ہو جائے گی۔ اے میرے بندو!''یہ تمہارے اپنے اعمال ہی ہیں جن کا میں تمہارے حساب میں شمار کرتا ہوں۔ پھر ان کی پوری پوری جزا تمہیں دیتا ہوں۔ پس جسے کوئی بھلائی نصیب ہو اُسے چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جسے کچھ اور نصیب ہو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔''

دیکھو! تم سے قبل بھی کتنی ہی قومیں سرکشی و بغاوت اور نافرمانی ومعصیت میں حد سے تجاوز کر گئیں، ہلاکت و بربادی کی آخری حدوں کو چھو گئیں، قوت و

سطوت، علوم وفنون اور حکمت وسیاست میں ان کی ہمسری کرنے والی کوئی اور قوم نہ تھی، حتی کہ ”انا ربکم الاعلی“ (میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں) کا نعرہ لگانے والی اور دعویٰ کرنے اور کھلے بندوں ”من اشد مناقوۃ“ (ہم سے زیادہ بلوان وپہلوان، انرجی والا، پاورفل اور طاقتور کون ہوسکتا ہے؟) کا چیلنج کرنے والی اقوام بھی آئیں اور ہلاک وبرباد ہوئیں۔ اللہ کی عظمت وکبریائی اور بزرگی وخدائی میں ذرہ برابر نقص پیدا نہ کرسکیں۔ ”کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْد. وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْط. وَّاَصْحٰبُ الْاَیْکَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْد“ (ق:۱۲-۱۴) ”ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور رس والوں نے اور ثمود نے اور عاد نے اور فرعون نے اور برادران لوط نے اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی۔ سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا پس میرا وعدۂ عذاب ان پر صادق آگیا۔“

سورہ ابراہیم کی ایک آیت کریمہ میں ان قوموں کا ذکر بطور چیلنج وتنبیہ آیا ہے اور اس میں صاف صاف بتایا گیا ہے کہ انہوں نے غیظ وغضب، استہزاء وتمسخر اور انکار وتمرد کی روش اختیار کی، انہوں نے مغرورانہ ومتکبرانہ انداز میں رسولوں کی دعوت کو ٹھکرادیا اور اسے شک وارتیاب کا معاملہ ٹھہرایا تھا تو ان کا کیا انجام ہوا؟ ”اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَهُمْ فِیْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ مُرِیْب“ (ابراہیم:۹) ”کیا تمہارے پاس تم سے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں آئیں؟ یعنی قوم نوح اور عاد وثمود اور ان کے بعد والوں کی جنھیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ان کے پاس ان کے رسول معجزے لائے۔ لیکن انھوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دبالئے۔ اور صاف صاف کہہ دیا کہ جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے۔ ہم اس کے منکر ہیں۔ اور جس کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ہمیں تو اس میں بڑا بھاری شبہ ہے۔ (ہم سے خاطر جمع نہیں)“ اللہ کے رسولوں نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے ان سے کٹ حجتی کی اور جب ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو دھمکی پر اتر آئے اور صاف صاف جلاوطن کردینے اور زمین کا خود مالک ومختار بن کر اس سے مومنین اور رسولوں کو نکال باہر کرنے کی چتاونی دینی شروع کردی اور جبراً انہیں اپنے دھرم میں داخل کرنے کے لیے مجبور کرنے لگے تو اللہ جل شانہ نے رسولوں کو حوصلہ دیا اور مومنین نے بھی ایمان واسلام پر زیادہ پختگی سے جمے رہنے کا عزم بالجزم کیا اور کسی ڈرانے والے اور دھمکانے والے کے جھانسے اور خوف میں نہیں آئے، تو اللہ کی مدد آئی اور اس نے صاف صاف بتادیا کہ اب ان ظالموں کے دن گنے جاچکے ہیں۔ جلد ہی اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو یقینی طور پر ہلاک وبرباد کردے گا۔ اور وہ تمہیں تمہارے گھروں سے بے گھر کیا کریں گے کہ ہم خود تمہیں ان کے بعد زمین پر بسائیں گے۔ یہ تو بس انہی کے لیے ہے جو میرے مقام ومرتبے کا خیال کریں، منمانی وکفر نہ کریں اور میری وعید سے خوفزدہ رہیں۔ فرمایا: ”وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَاوَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَیْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْن. وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰٓى اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِیْنَ. وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْد. وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ“ (ابراھیم:۱۲-۱۵)

”آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ رکھیں جبکہ اسی نے ہمیں ہماری راہیں سجھائی ہیں۔ واللہ! جو ایذائیں تم ہمیں دوگے ہم ان پر صبر ہی کریں گے۔ توکل کرنے والوں کو یہی لائق ہے کہ اللہ پر ہی توکل کریں۔ کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں ملک بدر کردیں گے یا پھر تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔ تو ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی غارت کردیں گے۔“

یہاں پر امت مسلمہ کو تین باتوں کا خیال رکھنا ازحد ضروری ہے اور اگر ان تینوں باتوں پر امت قائم ودائم رہی تو پھر اس کے لیے مشکلات چاہے جیسی کھڑی کی جائیں ان کو کوئی پرواہ نہیں ہے، اور نتیجتاً بہتری وکامیابی اور سربلندی وسرفرازی انہی کے لیے مقدر ہے:

۱) یہ کہ امت ہر حال میں ایمان واسلام پر قائم رہے اور ہر خوشی وغم اور سرد وگرم میں ایمانی تقاضوں اور دینی ضرورتوں کو پوری کرتی رہے۔

۲) اللہ کی نعمتوں خصوصا نعمت اسلام وایمان کا شکریہ ادا کرتی رہے۔ اور ہرگز ہرگز ناشکری اور ان نعمتوں کی ناقدری نہ کرے۔ اس راہ عمل ودعوت میں جو مشکلات اور مصائب آئیں انہیں برداشت کرے، صبر جمیل سے کام لے اور اپنے اندر اذیتوں کو سہنے کی خو پیدا کرے۔ کبھی بھی اس کے پائے ثبات اور استقامت وعزیمت میں تزلزل پیدا نہ ہونے پائے۔ تب اللہ کی مدد آئے گی اور

قوت وتمکنت حاصل ہوگی۔

۳)امت واضح طور پر مذکورہ بات کوملحوظ خاطر رکھےاوراپنے وجودوبقا کے لیےاپنی ایمانی قوت کا صحیح اندازہ وادارک واستشعار کرے۔اگر وہ خود کسی طرح کے خوف،طمع وحرص وآز،تذبذب وتزلزل کا شکار ہوئی تو اللہ تعالیٰ ظالموں اور نافرمانوں کی مدد نہیں کرتا ہے۔دوسروں کی نافرمانی،مخالفت اور ستم رانی وظلم ستانی کا خوف کسی اہل ایمان کو ہراساں نہیں کرتا،اور نہ اپنی مظلومیت اس کی دنیا وآخرت کے لیے بڑی مصیبت بنتی ہے۔بلکہ انسان خود ظالم بن جائے،خود کو دھوکہ دے،اور خود ہی گناہوں اور معاصی کا خوگر ہوجائے تو یہ اس کے لیے سب سے بڑے اندیشے وخطرے کی گھڑی ہے،اب وہ یہ سمجھے کہ گینداس کے پالے سے نکل رہی ہے۔اگر وہ بعجلت تمام نہ سنبھلا تو پھر اس کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا،اس سے ہر طرح کی رحمتیں روٹھ جائیں گی اور اسے تنگی ومشکلات گھیر لیں گی پھر پرشش حال کے لئے کوئی نہ آئے گا۔

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے اور اسے جزء ایمان اور حصہ اعمال اپنا لینا چاہئے کہ جب تک آپ مظلوم ہیں ظالم نہیں ہیں،اور سابق بالخیرات اور مقتصد ومیانہ روی کے خوگر ہیں تو گیند آپ کے پالے میں ہے اور آپ کامیاب ہیں،چاہے آپ کے خلاف سارا جہاں ہو،اور آپ مظلومیت کی آخری سانس لے رہے ہوں پھر بھی انجام کار آپ کے حصہ میں ہے۔بظاہر ایسا لگتا ہے کہ آپ کی مظلومیت اس کسمپرسی کو پہنچی ہوئی ہے کہ آپ کی آواز صدا بصحرا ثابت ہورہی ہے،ادنیٰ پاس پڑوس اور ٹولہ محلّہ تک بھی نہیں پہنچتی،نہ تھانہ و کوتوال کے کان میں جوں رینگتی،نہ عدالت کے کمروں اور ایوان بالا واعلیٰ کے دروازوں سے ٹکراتی ہے اور نہ قضاۃ وحکام کے یہاں پہنچ پاتی ہے۔اس کے برخلاف ظالم کی آواز،اثر ورسوخ اور پہنچ ایوان بالا اور محکمہ کبریٰ تک ہے۔مگر حقیقت اور اصلیت اس کے بالکل برخلاف ہے۔ظالم اپنی موت آپ مرتا ہے،اس کے لیے یہ دروازے بند ہیں اور مظلوم کی آواز سب سے اونچی جگہ پہنچتی ہے۔بیچ میں روک ٹوک نہیں ہے۔بلکہ ہر وقت آپ کا استقبال وترحیب ہے،تا آنکہ قبولیت سے سرفراز نہ ہوجائے۔

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے
بادلو! ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لیے

اگر آپ خود ظالم ہوں اور اس کی پاداش میں ظلم وزیادتی آپ پر مسلط کردی گئی ہو،آپ اپنے ظلم وزیادتی کی سزا کاٹ رہے ہوں،اپنی نافرمانی کا خمیازہ بھگت رہے ہوں،اپنے گناہوں کی وجہ سے اپنے دشمنوں کو اپنے اوپر مسلط کرلیا ہو اور خوش فہمی اور دھوکہ میں اپنے آپ کو مظلوم تصور کر رہے ہوں تو آپ عام ظالموں اور کافروں کے مقابلے میں زیادہ دھوکہ اور غرور نفس اور بسا اوقات دوہرے جرم کے مرتکب ہورہے ہیں،اور ایسا کرنے والا دنیا وآخرت میں کبھی بھی عذاب وعقاب سے نہیں بچ سکتا۔ہمارے اسلاف غیروں کے کفر وعناد اور عداوت وظلم سے زیادہ اپنے اعمال اور گناہوں اور شرور نفس سے ڈرتے تھے۔کیوں کہ اپنے ہی کفر وعصیان اور مظالم مآثم ومآتم کا پیش خیمہ ہیں۔ظلم ہی ظلمات ہیں اور ظلم ہی اندھیر نگری چوپٹ راج ہے۔گناہوں کی پاداش میں ہی اللہ تعالیٰ ظالموں کو مسلط کرتا ہے۔اس لیے آپ ظالم کے سر سب کچھ ڈال کر اندھیرے میں مت بھٹکیے،اپنے اندر کسی طرح کا بھرم مت پالئے اور یہ فارمولہ،اہم نسخہ اور تدبیر وترکیب اپنی ذات سے لے کر کنبہ وقبیلہ،فیملی اور خاندان،اپنی جماعت وملت اور ملک وانسانیت جس کی آپ کو فکر ہے سب پر آزمایئے ورنہ کہیں سے بھی یہ مرض مزمن اگر در آیا تو ایسا ناسور بنے گا جو آپ کے خاندان اور جماعت وملک تک کو تباہی وبربادی کے آخری سرے تک پہنچا دے گا۔اور آپ اپنے دشمنوں کو کوستے اور ”متی نصر الله؟“کی دہائی دیتے رہ جائیں گے۔آپ کی ہائے وائے کی کوئی شنوائی نہیں ہوگی۔فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ (الدخان:۲۹)”سو ان پر نہ تو آسمان وزمین روئے اور نہ انھیں مہلت ملی۔“

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	40/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	188/-

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

خودکشی کسی مسئلہ کا حل نہیں

ابوعدنان سعید الرحمن نورالعین سنابلی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو جسم عطا کیا ہے، وہ امانت ہے۔ ایسی امانت جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ روز قیامت پرسش فرمائے گا۔ شریعت اسلامیہ کے اصول و مبادی کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ نعمت بیش بہا عطا کیا ہے اور اس نعمت کے تعلق سے اسے کچھ باتوں کا مکلّف کیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ انسان اپنے جسم کے تعلق سے آزاد ہے اور جیسے چاہے اس میں تصرف کرنے کا مجاز ہے۔ ایک انسان جس طرح دنیا میں خود کو وجود بخشنے پر قادر نہیں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے عدم سے وجود بخشتا ہے، اسی طرح سے اسے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی بھی طرح سے اپنی زندگی کو ختم کرے، اسے نقصان پہنچائے اور خودکشی جیسے جرم عظیم کا مرتکب ہو۔ بلکہ ہر انسان پر واجب وضروری ہے کہ وہ الٰہی عطیہ جسم کے تعلق سے اللہ کے ذریعہ شریعت اسلامیہ میں بیان کردہ ضابطوں اور قواعد کا بالکلیہ پاس و لحاظ رکھے، ان کی پاسداری کرے اور اس میں بیجا تصرفات اور غیر شرعی اقدامات کرنے سے مکمل طور پر اجتناب کرے۔

خودکشی یعنی اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کا کام تمام کرنا، اپنے آپ کو قتل کرنا یا اپنے آپ کو سماجی طور پر غیر پسندیدہ اور ذہنی طور پر ناجائز طریقوں سے ہلاکت میں ڈالنا۔ اپنے آپ کو دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اتنا نقصان پہنچانا کہ زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے۔ موجودہ دور میں خصوصا کورونا وائرس جیسی عالمی وباء سے دنیا کے دوچار ہونے اور لوگوں کے مالی تنگی کا شکار ہونے کے بعد ہم دیکھتے اور سنتے ہیں کہ دنیا کے ہر گوشے میں خودکشی کے واقعات میں روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ہر عمر کے لوگ اس کے لپیٹ میں آرہے ہیں۔ ہر روز اخبارات میں درجن بھر سے زیادہ لوگوں کی خودکشی کی خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ سماج کے تمام طبقات سے وابستہ لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد موت کو گلے لگا رہی ہے اور خودکشی جیسا بزدلانہ عمل انجام دے رہی ہے۔ اس تعلق سے ٹی وی پر مباحثے بھی ہوتے ہیں۔ لمبے لمبے اداریئے لکھے جاتے ہیں اور اس کے اسباب وعوامل پر گفتگو ہوتی ہے۔ اس کی روک تھام کے لئے مشورے دیئے جاتے ہیں لیکن خودکشی کا رجحان بڑھتا ہی جارہا ہے اور یہ خطرناک روپ اختیار کرتا چلا جارہا ہے۔

خودکشی کا بڑھتا رجحان: عالمی ادارہ صحت کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا میں ہر 40 سیکنڈ میں ایک انسان خودکشی کرکے اپنی جان لے لیتا ہے۔ ہر سال خودکشی کی وجہ سے تقریباً دس لاکھ افراد موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ عالمی آبادی کے تناسب کے لحاظ سے یہ تعداد ایک لاکھ میں سے 16 بنتی ہے۔ خودکشی سے موت دنیا میں ہونے والی اموات کا 1.8 فیصد ہے۔ گزشتہ 45 برسوں میں خودکشی سے ہلاکتوں کی تعداد میں 60 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔ خودکشی 15 سے 29 سال کے افراد کی اموات کی دوسری بڑی تعداد ہے۔

عالمی ادارہ صحت کے اعداد و شمار کے مطابق سری لنکا میں ایک لاکھ میں 34.6 فیصد افراد اپنی جان کا خاتمہ کرتے ہیں، گیانا میں یہ شرح 30.6 فیصد جبکہ منگولیہ میں 28.1 فیصد ہے۔ وطن عزیز بھارت میں 16 فیصد ہے۔ پڑوسی ملک پاکستان میں 2.5 فیصد افراد خودکشی کرتے ہیں جو کئی ترقی یافتہ ممالک سے بھی کم ہے۔ سویڈن 12.7 فیصد، سوئٹزرلینڈ 10.7 فیصد، برطانیہ 7.4 فیصد جبکہ اسپین میں 6 فیصد افراد اپنی مرضی سے موت کے منہ میں جاتے ہیں۔

خودکشی کے اسباب: سوال پیدا ہوتا ہے کہ لوگ خودکشی جیسا انتہائی قدم کیوں اٹھاتے ہیں۔ خودکشی کے موضوع پر کئی کتابیں اور ریسرچ پیپر لکھے گئے جن میں اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان میں ایک مارکوس کی کتاب "Why Suicide"، جارج ہوری کولٹ کی کتاب "The Enigma of Suicide" اور سگنے ہیمر کی کتاب "After Suicide" قابل ذکر ہے۔

اس میں بالکل دو رائے نہیں کہ خودکشی کرنے والا انسان اس وقت خودکشی تک پہنچتا ہے جب وہ ہر طرف سے اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتا ہے' ڈپریشن' محبت میں ناکامی' گھریلو ناچاقی، شراب نوشی، انتقام، غصہ، سزا، قربانی، خودکش بمبار، معاشرتی رسم و رواج، صدمہ یا بیرونی خطرہ، معاشی تنگ دستی، جنسی مسائل اور صنفی تنازعات سمیت درجنوں ایسے معاملات ہیں جہاں سے مرنے والے کو خودکشی کی ترغیب ملتی ہے یا پھر وہ ان وجوہات سے خودکشی جیسا نفرت انگیز فعل کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ وطن عزیز ہندوستان کی موجودہ صورتِ حال میں بے روزگاری ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا شکار وطن عزیز کے ساٹھ فیصد سے زائد وہ نوجوان ہیں جو اداروں اور جامعات سے ڈگریاں لے کر نکل رہے ہیں مگر ان کے پاس نوکری ہے اور نہ ہی کوئی بزنس۔ وہ صبح سے شام تک سی وی لے کر دفتروں' اداروں اور فیکٹریوں کے چکر لگاتے ہیں رات کو خالی ہاتھ گھروں کو لوٹتے ہیں، ایسے میں اگر انہیں گھر سے بھی سپورٹ نہ ملے تو یہ نوجوان کیا کریں گے؟ ایک بنیادی سوال ہے۔ ایسے لوگ چہار جانب سے ناکام و نامراد ہوکر خودکشی جیسا انتہائی قدم اٹھا لیتے ہیں۔

خودکشی اور اسلام: خودکشی کے تعلق سے جب ہم شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مذہب اسلام نے خودکشی کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے اور اپنے متبعین کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ حالات

کتنے ناہموار ہوں، بادسموم کے تھپیڑوں سے سامنا ہو، زندگی جنجال بن جائے، مصائب ہرطرف سے گھیر لے، ہرطرح کی امیدیں معدوم ہوجائیں، اس موقع پر بھی انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، ندامت کے آنسو بہائے، رب کے حضور گریہ وزاری کرے، توبہ کا دامن تھامے اور صبر جیسے فولادی ہتھیار سے مصائب کی پرتوں کو رفتہ رفتہ ہٹائے، ان شاء اللہ زندگی ضرور خوشگوار ہوگی اور امیدوں کے چمن میں باغ و بہار آئے گی اور مصائب سے ضرور چھٹکارا ملے گا کیونکہ یہ آزمائشیں عارضی ہوتی ہیں جس طرح سے یہ دنیا عارضی ہے، ان سے تنگ آکر انتہائی قدم اٹھانا اور خودکشی جیسا بزدلانہ عمل سقراط جیسے خدا بےزار فلسفیوں کا طریقہ ہوسکتا ہے، مسلمانوں کا یہ شیوہ نہیں ہے۔

مسلمان مصائب پر اجروثواب کی امید رکھتا ہے۔ ایک مسلمان ہمیشہ مصائب کو رب تعالیٰ کی جانب سے آزمائش سمجھ کر خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور اس پر اللہ رب العزت سے اجروثواب کی امید رکھتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان کو جو بھی بیماری، تکلیف، حزن وملال، اذیت اور غم پہنچتا ہے (ان مصائب پر صبر کرنے) کے صلے میں اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو مٹا دیتا ہے، (صحیح بخاری/ 5641)“۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں تمہیں جنتی عورت نہ دکھاؤں؟، عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ نے کہا: ضرور دکھائیے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ وہ سیاہ فام عورت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کی: مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ میرے لیے اس مرض سے شفا کی دعا فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہارے لیے جنت ہے اور اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تمہیں اس مرض سے نجات دے دے۔ اس عورت نے عرض کیا: میں صبر کروں گی، اُس نے پھر یہ التجا کی: مرگی کے دورے کے دوران میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ بس اتنی دعا فرما دیجیے کہ دورے کے دوران میرا ستر قائم رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی، (صحیح بخاری: 5652)“۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کے دن (دنیا میں) مصیبتیں برداشت کرنے والے لوگوں کو (اُن کے صبر پر) ثواب عطا کیا جائے گا تو (دنیا میں) عافیت میں زندگی گزارنے والے اس وقت تمنا کریں گے: کاش! دنیا میں قینچیوں سے ان کی کھالیں کاٹ دی گئی ہوتیں (اور وہ آج اس کا اجر پاتے)، (سنن ترمذی: 2402)“۔

آپ غور فرمائیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصائب ومشکلات پر صبر کرنے والوں کو کس قدر اجروثواب کی خوشخبری سنائی ہے اور بتایا ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں انسان کو پیش آنے والے مشکلات اس کے گناہوں اور سیہ کاریوں کے لئے کفارے کا سبب ہیں۔ مصائب کے تعلق سے جب ایک انسان یہ سوچے گا کہ وہ اس کے گناہوں کے کفارے کا سبب ہیں تو خودکشی جیسی حرکت کے لئے کبھی بھی اقدام نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ صبر وشکیبائی کے ذریعہ مصائب کا سامنا کرے گا۔

خودکشی گناہ کبیرہ ہے : خودکشی کو شریعت اسلامیہ نے گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔ کتاب وسنت کے ذخیرے میں اس عمل سے سختی سے روکا گیا ہے اور اسے انجام دینے والے کو سخت عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا “(سورة النساء/ ٢٩) یعنی اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تم پر نہایت مہربان ہے۔

مزید فرمایا: ”وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ “(سورة البقرة/ ١٩٥) یعنی اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور سلوک واحسان کرو، اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اس کے علاوہ جب ہم احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت سختی سے اس حرام کام سے روکا ہے اور انسانیت کو اس بزدلانہ حرکت سے باز رہنے کی تلقین کی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے اپنے آپ کو آہنی ہتھیار سے قتل کیا، تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ نارِ جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور وہ ہتھیار اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کیا، تو وہ آتشِ جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور زہر پیتا رہے گا اور جس نے کسی پہاڑ سے گر کر اپنے آپ کو ہلاک کیا تو وہ نارِ جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور (جہنم کی گہرائیوں میں) لڑھکتا چلا جائے گا، (صحیح مسلم/ 109)“۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سخت لہجے میں خودکشی سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ خودکشی کرنے والا انسان جس طریقہ سے اپنی زندگی کو ختم کرے گا، وہ ہمیشہ ہمیش جہنم کی آگ میں اسی حالت میں رہے گا، یہی اس کی سزا ہوگی اور اس مصیبت میں وہ مبتلا رہے گا۔

ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے دنیا میں اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کیا اسے قیامت کے روز اسی کا عذاب دیا جائیگا" (صحیح بخاری/ 5700، صحیح مسلم/ 110) جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص زخمی تھا وہ اس کی تکلیف برداشت نہ کر سکا تو اس نے چھری لیکر اپنا ہاتھ کاٹ لیا اور خون بہنے کی وجہ سے مر گیا، تو اللہ تعالی نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان کے ساتھ جلدی کی ہے، میں نے اس پر جنت حرام کردی" (صحیح بخاری/ 3276 صحیح مسلم/ 113)

اسی طرح سے جابر رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو آپ کے ساتھ طفیل بن عمرو

دَوسی رضی اللہ عنہ اوراُن کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی، اس شخص کو مدینے کی آب وہوا راس نہ آئی، سووہ بیمار ہوگیا اور فریاد کرنے لگا۔ پس (تکلیف سے بے قابو ہوکر) اس نے چوڑے پھل کا ایک تیر لیا اور اپنی انگلیوں کو جوڑوں سے کاٹ دیا۔ پھر اس کے ہاتھوں سے خون بہتا رہا یہاں تک کہ وہ فوت ہوگیا۔ پھر اسے طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے خواب میں اچھی حالت میں دیکھا، اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھوں پر ڈاٹا بندھا ہوا ہے، طفیل رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟، اس نے جواب دیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی برکت سے اللہ نے مجھے بخش دیا۔ پھر انہوں نے پوچھا: یہ آپ کے ہاتھوں پر ڈاٹا بندھا ہوا، میں کیا دیکھ رہا ہوں؟، اس نے جواب دیا: مجھے فرمایا گیا: جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے، ہم ہرگز اسے درست نہیں کریں گے، پس جب طفیل نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کی خطا کو بھی بخش دے، (صحیح مسلم/116)''۔

غور فرمائیے! وہ شخص تو صحابیِ رسول تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت میں اُسے ہجرت کے شرف سے نوازا تھا لیکن اس کے باوجود اس گناہ کبیرہ وقبیحہ کی علامت کے طور پر اس کے ہاتھ پر کپڑے لپٹے ہوئے تھے، یعنی اپنی اصلی حالت پر صحیح سلامت نہیں تھے، اس لئے انہوں نے اس عیب کو چھپانے کیلئے انہیں لپیٹ رکھا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خودکشی ایک سنگین گناہ ہے اور ہمیں اس کا وہم وخیال بھی اپنے دل میں نہیں لانا چاہئے کیونکہ یہ رب کی رحمتوں سے ہمیں دور کرتی ہے اور جہنم کا مستحق بنا دیتی ہے۔

خودکشی بیمار ذہنیت کی اپج اور بزدلی کی علامت ہے۔ یہ اپنی ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کرنا ہے۔ اپنے ماتحتوں کو حوادث زمانہ کے رحم وکرم کے حوالہ کرنا ہے۔ خودکشی کرنے والا انسان نفسیاتی طور پر انتہائی کمزور ہوتا ہے۔ وہ اپنی اس حرکت کے ذریعہ اللہ کی نظروں میں ہمیشہ کے لئے گر جاتا ہے، اسی طرح سے دنیا کی نظروں میں بھی ہمیشہ کے لئے مطعون بن جاتا ہے۔ لوگ اس کی خودکشی کے بارے میں بسا اوقات مختلف قسم کی چہ می گوئیاں کرتے ہیں تو کبھی اسے کمزور اخلاق کا مالک قرار دیتے ہیں اور یہ سچ ہے۔

آواز خلق نقارہ خدا

خودکشی کی سنگینی کا اندازہ آپ اس امر سے بھی لگا سکتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کرنے والے انسان کے جنازے کی نماز پڑھانے سے منع کر دیا تاکہ آپ اس عمل کی شناعت کو بیان کرسکیں اور ایسے افراد کی زجروتوبیخ ہوسکے جو ایسے غیرشرعی خیال کو اپنے دل و ماغ میں جگہ دیتے ہیں۔ چنانچہ مشہور حدیث ہے۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ:" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے اپنے آپ کو تیر کے ذریعہ قتل کرلیا تھا، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی" (صحیح مسلم/978) امام نووی رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ خودکشی جیسی نافرمانی کرنے والے شخص کی نماز جنازہ نہیں ادا کی جائیگی۔ عمر بن عبدالعزیز اور اوزاعی رحمہما اللہ تعالی کا یہی مذہب ہے۔ (**البحر الرائق لابن نجیم ٢/٢١٥، مجمع الأنهر لشيخی زاده ١/٢٨١، المغنی لابن قدامه ٢/٢١٨**)

حسن بصری، نخعی، قتادہ، مالک، ابوحنیفہ، شافعی، اور جمہور علماء کرام رحمہم اللہ تعالی کا مسلک ہے کہ اس کی نماز جنازہ ادا کی جائیگی اور اس حدیث کا انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور سزا اور لوگوں کو اس طرح کے کام سے منع کرتے ہوئے سخت پیغام دینے کے لئے خود تو نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی، تاہم صحابہ کرام کو اس کی نماز جنازہ ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔ (دیکھیں: **شرح المسلم للنووی (٧/ ٤٧، شرح فتح القدير لابن الهمام ٣/٤٠٠، القرافی الذخيرة ٢/٤٦٨، رسالة القيروانی ١/٥٤، كفاية الطالب ١/١٥٨، نهاية الزين للجاوی ١/١٤٩، فتح الوهاب ١/٥٢٨**)

خودکشی کرنے والا کافر نہیں ھے: یہاں ایک بات اس ضمن میں جاننا ضروری ہے کہ خودکشی عظیم گناہ ہے اور اس کی سنگینی پر کسی بھی فرد بشر کا اختلاف نہیں ہے۔ البتہ خودکشی کرنے والا انسان کافر نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کرنے والے انسان کے تعلق سے ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہنے کی بات کہی ہے اور کافر لوگ ہی جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے تو اس طرح خودکشی کرنے والا بھی کافر ہوگا۔ لیکن اہل سنت والجماعت کی رائے یہ ہے کہ خودکشی کرنے والا انسان کافر نہیں ہے۔ البتہ جن حدیثوں میں اس بات کا ذکر آیا ہے کہ خودکشی کرنے والا کافر ہوگا وہ حدیثیں یا تو منسوخ ہیں یا پھر ایسے انسان کے حق میں ہیں جو خودکشی کو حلال سمجھتا ہو تو وہ ضروری طور پر معلوم شئ کا انکار کرنے کی بناء پر کافر قرار پائے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس جرم سے زجر وتوبیخ کے لئے بیان کی ہو۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری للحافظ ابن حجر العسقلانیؒ ٣/٢٢٧، شرح مسلم للنوویؒ ١/٢٣٠، موسوعہ فقہیہ کویتیہ ٦/٢٩١)

یہ رہی معاشرے میں تیزی کے ساتھ پاؤں پسار رہے ایک انتہائی سنگین مرض خودکشی کے تعلق سے چند باتیں۔ حکومتوں پر ضروری ہے کہ وہ اس قبیح مرض کی روک تھام کے لئے موثر اقدام کریں اور معاشرے میں ہر شخص کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سماج ومعاشرہ کے تئیں اپنا واجبی فریضہ اور کردار ادا کرے تاکہ غربت وافلاس اور دیگر مسائل سے دوچار انسان اس انتہائی اقدام کے بارے میں نہ سوچیں۔ اللہ ہمیں توفیقات سے نوازے۔ آمین۔

☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

موزوں پر مسح کے احکام کا خلاصہ

مولانا اسعد اعظمی / بنارس

موسم سرما میں پنج وقتہ نمازوں کے لیے وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر چہ موزوں پر مسح کا معاملہ موسم سرما کے ساتھ خاص نہیں ہے، کسی بھی موسم میں موزے پہنے جائیں ان پر مسح کا حکم ایک ہے۔ لیکن چوں کہ سردی کے موسم میں عامۃ الناس موزوں کا استعمال کرتے ہیں اس لیے اسی موسم میں اس پر مسح کے مسائل کی جان کاری کی زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ سطور ذیل میں موزوں پر مسح سے متعلق کچھ اہم مسائل کا خلاصہ درج کیا جا رہا ہے۔ یہ مسائل علمائے کرام کی تحقیق وبیان کا نچوڑ ہیں، ہمارا کام محض تدوین وترتیب ہے:

۱- ہر قسم کے موزوں پر مسح کیا جاسکتا ہے چاہے وہ چمڑے کے ہوں، اون کے ہوں، نائیلن کے ہوں یا سوتی ہوں الخ۔

۲- البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ان ہی موزوں پر مسح کیا جائے گا جو ایڑی کے پاس دونوں طرف ابھری ہوئی ہڈیوں کو ڈھانپے ہوں۔ بہت سے موزے ایسے ہوتے ہیں جن میں یہ حصہ کھلا رہتا ہے۔ ایسے موزوں پر مسح نہیں کیا جاسکتا۔

۳- پھٹے ہوئے موزوں پر بھی مسح کیا جاسکتا ہے۔

۴- موزوں پر مسح کی سب سے اہم شرط یہ ہے کہ وہ بذات خود پاک ہوں اور کامل طہارت کی حالت میں پہنے گئے ہوں۔ یعنی وضو کرنے کے بعد انہیں پہنا گیا ہو۔ جو موزے باوضو حالت میں نہیں پہنے گئے ہیں ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ واضح رہے کہ وضو کے فوراً بعد موزہ پہننا ضروری نہیں ہے۔ ضروری یہ ہے کہ وضو ٹوٹنے سے قبل وہ موزہ پہنا گیا ہو۔

۵- مقیم شخص ایک دن اور ایک رات (۲۴/ گھنٹے) تک موزوں پر مسح کرسکتا ہے اور مسافر تین دن اور تین رات (۷۲/ گھنٹے) تک۔

۶- اس مدت کا شمار اس وقت سے ہوگا جب پہلی بار موزے پر مسح کیا جائے۔ مثلاً اگر کسی شخص نے ظہر کی نماز کے لیے وضو کیا اور موزے پہن لیے اور اس کا وضو باقی رہا یہاں تک کہ اس نے اسی وضو سے عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھیں۔ پھر موزے اتارے بغیر سو گیا، اب یہ شخص فجر کے لیے وضو کرے گا تو پہلی بار ان موزوں پر مسح کرے گا، لہٰذا یہاں سے ۲۴/ گھنٹے تک مسح کرسکتا ہے یعنی اگلے دن فجر سے پہلے پہلے تک وہ مسح کرسکتا ہے اگر مقیم ہے۔

مختصر یہ کہ جس وقت موزے پہنے گئے ہیں اس وقت سے مدت کا شمار نہیں ہوگا بلکہ جس وقت پہلی مرتبہ ان پر مسح کیا جائے اس وقت سے مدت کا شمار ہوگا۔

۷- کسی نے باوضو حالت میں موزے پہنے، پھر اسی وقت یا وضو ٹوٹنے سے پہلے کسی بھی وقت اس کے اوپر دوسرا موزہ پہن لے تو اسے اختیار ہے، دونوں میں سے جس پر چاہے مسح کرسکتا ہے۔

۸- کسی نے باوضو حالت میں موزے پہنے، پھر وضو ٹوٹنے کے بعد جب دوبارہ وضو کیا تو اس پر مسح کیا، اس کے بعد اس پر دوسرا موزہ پہن لیا تو راجح قول کے مطابق اس دوسرے والے موزے پر مسح کرسکتا ہے۔

۹- جس موزے پر مسح کیا گیا ہو اگر وضو ٹوٹنے سے پہلے اسے اتار دیا جائے تو راجح قول کے مطابق اس سے وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ اس حالت میں وہ نماز پڑھ سکتا ہے تا آنکہ اس کا وضو ٹوٹ جائے۔

۱۰- اگر مسح کی مدت پوری ہوگئی، لیکن وضو برقرار ہے تو محض مدت پوری ہونے سے طہارت ختم نہیں ہوتی بلکہ جب تک وضو باقی ہے اس سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

۱۱- موزوں پر مسح حدث اصغر یعنی وضو کی حالت میں کیا جائے گا۔ لیکن اگر غسل کی ضرورت ہو تو موزوں کو نکالنا ہی ہوگا۔

۱۲- اگر کسی نے تیمّم کے احکام وشرائط کی رعایت کرتے ہوئے تیمّم کیا، پھر موزے پہنے، تو اس کے بعد پانی سے وضو کرتے وقت موزوں پر مسح نہیں کرسکتا بلکہ پاؤں دھلنا ضروری ہوگا۔

۱۳- موزوں پر مسح کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی بھیگی ہوئی انگلیوں کو پاؤں کی انگلیوں کے پاس سے پھیرتے ہوئے پنڈلی تک ایک بار لے جائے۔ داہنے ہاتھ سے داہنے پیر پر اور بائیں ہاتھ سے بائیں پیر پر۔ اگر کسی وجہ سے اس کے برعکس کرلیا یا ایک ہی ہاتھ سے باری باری دونوں پر مسح کرلیا تو مسح ہوجائے گا۔ مسح پاؤں کے اوپری حصے پر کیا جائے گا، نیچے یا دائیں بائیں نہیں کیا جائے گا، اور یہ مسح صرف ایک بار کیا جائے گا، دو یا تین بار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۴- عورتیں بھی مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق اپنے موزوں پر مسح کرسکتی ہیں، اس میں مرد وعورت میں کوئی تفریق نہیں ہے۔

والله أعلم وعلمه أتم.

☆☆☆

مقام رسول ﷺ قرآن وحدیث کی روشنی میں

مولانا عبدالرحیم محمد عمر مالدھی

اللہ تعالیٰ کا دستور رہا ہے کہ وہ انسان کی ہدایت کے لئے ہر زمانہ میں فرد بشر میں سے رسول و نبی جو انسانی حاجات وضروریات کے ساتھ متصف ہوتے مبعوث کرتے رہے، تاکہ وہ رسول اپنی امت کو راہ راست اور صراط مستقیم کی طرف بلائے ان کو اعلیٰ اخلاق واقدار کی تعلیم دے، خدا کی عبادت کے طریقے بتلائے اور یہ صرف زبانی ہی نہیں بلکہ عملی طور پر بتائے، خدا کے احکامات وفرامین پر عمل کر کے امت کے سامنے نمونہ پیش کرے، تاکہ امت پر عمل کرنا آسان ہو، اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ یہ نبی تو فرشتہ صفت ہے ہم ان کی طرح کیسے عمل کر سکیں گے چنانچہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (آل عمران:۱۶۴) کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر احسان کیا کہ ان کے پاس انہیں میں سے رسول بھیجا، دوسری جگہ فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (یوسف ۱۰۹، النحل ۴۳ الانبیاء ۲۵)

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (الفرقان:۷) اور اسی سورہ میں ایک جگہ یوں فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ (الفرقان:۲۰) کہ انبیاء ورسل انسان تھے اور انسانی خصوصیات وضروریات سے متصف تھے۔ انہیں رسولوں کے طویل سلسلے کے اختتام پر خدا تعالیٰ نے محمد ﷺ بن عبداللہ کو سرزمین عرب میں بھیجا تاکہ جزیرہ عرب میں رہ کر جو کہ مشرق ومغرب کے وسط میں ہے ساری دنیا کو ہدایت کی روشنی سے روشناس کرائے اور تاریک دنیا کو منور کرے اور ظلم وضلالت کی گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو اسلام کے عدل وانصاف کی روشنی کی طرف گامزن کرے اور رسول اس راہ کی ساری مصیبتیں اور مشقتیں خوشی خوشی برداشت کرے اور ساری دنیا کے لئے رحیم وکریم اور شفقت کرنے والا ہو۔وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:۱۰۷) جس رسول کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ڈوبتی کشتی کو پار لگانے کے لئے بھیجا جس کو دنیا کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا، جس کو ہدایت دینے والا اور سراجاً منیراً کہہ کر خطاب دیا، ان پر خدائے عز وجل نے کچھ ذمہ داریاں بھی سونپی ہیں۔

انھیں وحی الٰہی انسانوں تک پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی۔ ان پر احکام خداوندی بندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی۔ منشأ خدا اور رضاء رب العالمین بندوں پر ظاہر کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی، ان کی ذمہ داری یا ان کی حیثیت صرف ایک پیغام رساں کی نہیں کہ پیغام دیا اور بس جیسا کہ بدقسمتی سے بعض غور وتدبیر سے کام نہ لینے والوں نے سمجھا ہے۔ بلکہ ان کی حیثیتیں مختلف ہیں، بیک وقت مبلغ بھی، معلم بھی، قاضی بھی اور حاکم بھی، شارع، پیشوا اور نمونہ تقلید بھی، قرآن واحادیث میں ان حیثیتوں کا ذکر صراحت ووضاحت کے ساتھ ملتا ہے۔

رسول بحیثیت مبلغ وپیغامبر: رسول کی سب سے پہلی ذمہ داری پیغام رسانی اور تبلیغ ہوتی ہے کہ وہ ان تمام ارشادات ربانی کو جو ان کی طرف بصورت وحی جلی یا وحی خفی بھیجا جاتا ہے بلاکم وکاست امت تک پہنچادیں، نہ اس میں کچھ آمیزش وملاوٹ کی اجازت، نہ کم کرنے اور بخالت سے کام لینے کا جواز بلکہ من وعن امت تک ویسا ہی پہنچادیں جیسا کہ اتارا گیا ہے، اگر رسول اس ذمہ داری کو پوری نہیں کرتے، اس میں سستی وکوتاہی ہوتی ہے تو کہا جائے گا کہ اس نے اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کی، اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوئے، ہاں اس پیغام رسانی کی راہ میں جو دشواریاں آئیں گی اللہ تعالیٰ اسے دور فرمادے گا اور مخالفین کی مخالفت کے باوجود مامون ومحفوظ رکھے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (المائدہ:۶۷) اے رسول آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے جو وحی اتاری جاتی ہے اسے آپ پہنچادیجئے، اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو گویا آپ نے اس کی رسالت کو نہیں پہنچایا، اور اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے بچالے گا۔ بیشک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ہدایت ربانی کے موافق امت کو ہر چھوٹی وبڑی بات پہنچائی جو ان تک وحی کی گئی تھی اور جس میں امت کے لئے ہدایت ورہنمائی کا سامان تھا۔ آپ نے بلاکم وکاست اور بے خوف وخطر پہنچا کر خدا کی حجت بندوں پر قائم کردی اور حجۃ الوداع کے اجتماع میں آپ نے علی رؤس الاشہاد اعلان فرمایا: الا هل بلغت؟ الا هل بلغت؟ الا هل بلغت؟

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ نے خدا کی طرف سے آئی ہوئی کسی وحی کو چھپایا نہیں اور بلا خرد برد کئے امت تک پہنچادیا ہے۔ اگر کوئی بدنصیب بے سمجھ یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعوذ باللہ) کچھ وحی چھپائی ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں کاذب اور افتراء پرداز ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ من حدثك ان محمدا صلى ا

للہ علیہ وسلم کتم شیئا مما انزل اللہ علیہ فقد کذب واللہ یقول یا ایھا لرسول بلغ ما انزل ...الخ (بخاری جلد۲ص۲۶۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تبلیغی مشن کو ہمیشہ جاری رکھا اور کبھی کسی طرح کا اس میں جھول آنے نہ دیا حتی کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جاملے۔

رسول بحیثیت معلم کتاب: رسول جس طرح پیغمبر، مبلغ اور پیغام رساں ہیں اسی طرح معلم کتاب وحکمت بھی ہیں، ان کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ امت کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے، کرۂ ارضی پر بسنے والے انسانوں کو اچھائی وبرائی کی تمیز سکھائے غلط وصحیح میں امتیاز کرائے، کھانے پینے چلنے پھرنے کے آداب، معاشرہ اور سماج میں رہنے سہنے کے طریقے سکھائے اور انسان کی تربیت وتذکیر کرے کیونکہ تعلیم وتربیت انسانی ضروریات میں داخل ہیں، ایک دردمند دل اس ضرورت کے احساس سے سرشار ہوکر بارگاہ رب العزت میں دعاء مانگتا ہے۔ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَيُزَکِّيۡهِمۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَکِيۡمُ (البقرہ:۱۲۹) اے اللہ (جاہل) قوم کی تعلیم وتربیت کے لئے انھیں میں ایک رسول مبعوث کر جوان پر تری آیتیں پڑھے گا اور ان کی تزکیہ کرے گا۔ اورانھیں کتاب وحکمت کی باتیں سکھائے گا، توزبردست اور حکمت والا ہے۔

اسی دعاء کی برکت ہے کہ ان بدوؤں میں جنھیں تہذیب وتمدن کی ہوا نہیں لگی تھی، علم وہنر سے بے بہرہ تھے، جہالت وضلالت کے اتھاہ غار میں پڑے ہوئے تھے، جب ان کے پاس رسول آتا ہے، انہیں علم وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، تزکیہ وتربیت کرتا ہے، تو وہی بدوقوم مہذب ہوکر دنیا کو علم کی روشنی سے منور کرتی ہے یہ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے جو اس نے اپنے بندوں پر انعام کیا ہے، لیکن انسانوں میں بہت کم ایسے ہیں جو اس کی قدر کرتے ہیں اور زیادہ تر لوگ ناشکر گذار ہیں، اللہ تعالی نے رسولؐ کی اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہوئے اس احسان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ (آل عمران:۱۶۴) اور دوسری جگہ فرمایا: كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ (البقرہ:۱۵۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب وحکمت کی تعلیم امت کو کامل طور پر دی ہے اور کسی گوشہ کو تشنہ نہ رکھا، ایک مشرک نے اسی تعلیم کے سلسلے میں ایک صحابی سے استہزاءً کہا، میاں تمہارے نبی تو تمہیں پاخانہ پیشاب تک کی بات سکھاتے ہیں؟ قد علمکم نبیکم کل شئی حتی الخراءۃ؟ تو اس جلیل القدر صحابی نے فخراً جواب دیا۔ اجل نهانا ان نستقبل القبلة بغائط او ببول (ترمذی ج ا ص) ہاں ہاں ہمیں اس سے بھی چھوٹے چھوٹے مسائل سکھاتے ہیں اور کیوں نہ سکھائیں وہ تو اسی لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔

رسول بحیثیت شارح ومبلغین کتاب: رسول کی ایک حیثیت شارح ومبین کتاب بھی ہے...یعنی کتاب اللہ کی وضاحت کرے اور کھول کھول کر بیان کرے کیونکہ نبی جس قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے اسی قوم کی زبان میں بھیجا جاتا ہے تاکہ احکامات خداوندی کو صراحت وبسط وتفصیل کے ساتھ بیان کرے تاکہ عمل کرنے میں کسی طرح کی دشواری نہ ہو۔ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ (ابراہیم:۴)

دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے کہا گیا وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ (النحل:۴۴) کہ اے رسول ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) نازل کیا ہے، تاکہ آپ اسے وضاحت کے ساتھ لوگوں کو بتادیں کہ وہ لوگ سوچ سمجھ کر عمل کریں۔

ایک جگہ اس سے بھی واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ آپؐ کی طرف ہم نے کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کو کھول کھول کر بتادیں اگر وہ کسی چیز میں اختلاف کریں تو آپ کتاب کی تشریح وتبیین سے ان کے اختلافات دور کریں۔ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ وَهُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ (النحل:۶۴)

ان دونوں آیتوں میں الذکر اور الکتاب سے مراد قرآن مجید یا احکامات خداوندی ہیں۔

اس چیز کو مزید واضح کرنے کے لئے یہاں چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں (۱) خداتعالیٰ کا ارشاد ہے: اقیموا الصلاۃ نماز قائم کرو، قرآن میں نماز پڑھنے کے طریقے ارکان وشرائط، تعداد رکعات وغیرہ کی تفصیلات نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرامین واعمال سے نماز سے متعلق اس قدر مسائل بیان فرمائے ہیں کہ اور کسی بھی عبادات میں ایسی قدر تفصیل نہیں ہے اور اس کا اجمالی خاکہ صلوا کما رایتمونی اصلی میں بیان فرمادیا گیا۔

(۲) اتوا الزکوۃ زکوۃ ادا کرو۔ مگر قرآن میں زکوۃ کے بارے میں تفصیلات بہت کم آئی ہیں، کن اموال میں زکوۃ ہے اور کب فرض ہوتی ہے اور کس مقدار میں فرض ہوتی ہے اور کتنے مال میں ہوتی ہے یہ سب تفصیلات قرآن میں نہیں ہیں، اس کی تشریح وتبیین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھی، چنانچہ آپ نے اس کی تفصیل فرمادی۔

(۳) وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقۡطَعُوۡۤا اَيۡدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا (المائدہ:۳۸) چور اور چورنی کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ چوری کی سزا میں آیت میں نہیں کہا گیا کہ چور کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں یا ایک ہاتھ دایاں ہاتھ کاٹا جائے یا بایاں، پورا ہاتھ کاٹ دیا جائے یا کلائی تک۔ یہ سب تفصیل وتشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ مسائل وفروعات میں فرمادی اس طرح کے بے شمار احکامات ہیں جس کی

تفصیل قرآن میں نہیں ہے اس کی تشریح وتبیین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذمہ داری کو کمال انہماک سے پورا کیا۔

رسول شارع وقانون ساز: رسول کی حیثیت صرف واعظ داعی ہی نہیں بلکہ قانون سازی کا مرتبہ اور حق بھی خدا کی طرف سے عطا ہوا ہے کہ وہ امت کے احوال وظروف کے اعتبار سے امرونہی حلت وحرمت کے ذریعہ صحیح راستے کی رہنمائی کریں اور کفر وضلالت سے بچائیں اللہ تعالی فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف:١٥٧)

کہ وہ لوگ جو نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جس کا تذکرہ اہل کتاب اپنے پاس توراۃ وانجیل میں پاتے ہیں وہ نبی ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے۔

آیت مذکورہ سے بخوبی واضح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حلت وحرمت کے قانون جاری کرنے کے مجاز تھے۔شریعت اسلامیہ کے نبض شناس اور بنظر غائر مطالعہ کرنے والے بخوبی سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرام کی ہوئی چیز ویسی ہی حرام ہے جیسے خدا کی حرام کردہ اشیاء۔

اس کو ایک دوسرے پیرائے سے سمجھا جاسکتا ہے۔اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ (البقرہ:١٨٧)

اس آیت میں رمضان کی راتوں کو اپنی بیوی سے ہمبستری کی اجازت دی گئی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں یہ فعل حرام تھا۔آپ پورے قرآن دیکھ ڈالئے اس کی حرمت کی آیت نہیں ملے گی۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان سے حرام قرار دیا تھا۔اسی طرح آپ نے مدینہ کے اطراف وجوانب کو مکہ کے حرم شریف کی طرح حرام قرار دیا ہے۔

عن ابراهيم التيمي عن ابيه قال خطبنا علي فقال من زعم ان عندنا شيئا نقرأه الا كتاب الله (وقال فيها) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة حرام بين عير الى ثور فمن احدث فيها حدثا او آوى محدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه يوم القيامة صرفا ولا عدلا (رواہ الترمذی ج۲ص۳۴ وقال ہذا حدیث حسن صحیح)

اور صرف یہی نہیں بلکہ اس طرح بہت سی اشیاء ہیں جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے اور قیامت تک حرام ہے جیسے پالتو گدھا، پھاڑ کھانے والا جانور نیز چیل، کوا، گدھ وغیرہ۔عن علی قال حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم خيبر الحمر الاهلية (ترمذی) ان چیزوں کی حرمت وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف:١٥٧) کے تحت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرقہ ضالہ (جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے اور حدیث رسول کی حجیت کا انکار کرتا ہے) کی پیشین گوئی کی ہے ابورافع سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ وہ مسہری میں ٹیک لگاکے بیٹھے ہوں اور اس کے پاس میرے احکامات میں سے کوئی حکم جو میں نے بطور رحمت وشفقت دیا تھا یا منع کیا تھا آئے تو کہے کہ ہم حدیث پر نہیں جو کچھ قرآن میں پائیں گے اس پر عمل کریں گے۔

عن ابى رافع قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا الفين احدكم متكئا على اريكته ياتيه امر مما امرت به ونهيت عنه فيقول لا ادرى وما وجدنا فى كتاب الله اتبعناه (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

ابن ماجہ کے الفاظ یوں ہے:ان رسول الله صلى ا لله عليه وسلم قال يوشك الرجل متكئا على اريكنه يحدث بحديث من حديثي فيقول بيننا وبينكم كتاب الله عزوجل فما وجدنا فيه من حلال استحللناه وما وجدنا فيه من حرام حرمنا الا وان ماحرم رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل ما حرم الله.

آپ نے فرمایا قریب ہے کہ آدمی اپنے گاؤتکیہ لگائے ہوگا اسے میری حدیث سنائی جائے گی تو وہ کہے گا تمہارے اور ہمارے درمیان کتاب اللہ ہے جو اس میں حلال پائیں گے حلال سمجھیں گے اور جو حرام پائیں گے حرام سمجھیں گے جان لو رسول اللہ کی حرام کی ہوئی چیز ویسے ہی حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ اشیاء حرام ہیں۔

مقدام بن معدیکربؓ کی روایت میں مزید مثال کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الا انى اوتيت القرآن ومثله معه الا يوشك رجل شبعان على اريكته يقول عليكم بهذاا لقرآن فما وجدتم من حرام فحرموه وان ما حرم رسول الله كما حرم الله الا لا يحل لكم الحمار الاهلى وكل ذى ناب من السباع ولا لقطة معاهد الا ان يستغنى عنه صاحبها ومن نزل بقوم فعليهم ان يقروه فان لم يقروه فله ان يعقبهم بمثل قراه (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

حدیث کے مثل قرآن ہونے کا مطلب محدثین نے یہ بیان کیا ہے کہ قرآن جس طرح وحی ہے حدیث بھی وحی ہے فرق یہ ہے کہ قرآن وحی متلو ہے حدیث وحی غیر متلو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف صحیح اور درست نکلی چنانچہ اس بیسویں صدی میں وہ فرقہ جو اپنے کو اہل قرآن کہتا ہے حدیث کے حجت ہونے کا انکار

کرتا ہے یہ لوگ طرح طرح کی باتیں بنا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں اور خدا کی طرف سے آئے ہوئے بعض احکام کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہوئے بھی قرآن کے اس آیت کے مصداق بنتے ہیں۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (البقرہ:۸۵)

اور یہ لوگ اللہ ورسول کی راہ سے منحرف ہوکر ایک الگ راستہ کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں یا الگ نظام حیاۃ مرتب کرنا چاہتے ہیں۔جس میں ان کی خواہش کی بھر پور لحاظ رکھی گئی ہو۔من مانی کرنے کی کھلی اجازت دی گئی ہو، وہ اللہ اور رسولوں کی لائی ہوئی شریعت میں تفریق کرنا چاہتے ہیں وہ صریح کافر ہیں ان کے لئے خدا تعالیٰ نے رسوا کن عذاب تیار رکھا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (النساء:۱۵۰-۱۵۱) یہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اللہ پر ایمان لانا بغیر رسول پر ایمان لائے معتبر نہیں، بلکہ دونوں جزء لاینفک ہے۔جس نے خدا کی اطاعت کی اور رسول کی اطاعت نہ کی اس نے خدا کی بھی اطاعت نہیں کی اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۰) ومن اطعنی فقد اطاع الله (الحدیث) انسان کتاب وسنت میں سے جب کسی ایک ہی کو ماننا چاہے گا تو دین کا حلیہ بگڑ جائے گا اور مجموعہ ہوائے نفسانی رہ جائے گا، اور ماننے والے کی صورت، اس کی سیرت واخلاق، اس کی فکر ہر چیز میں فساد واقع ہوگا۔فطرت سلیم کھودے گا، لہٰذا ضروری ہے کہ رسول اللہ کی حیثیت کو مانا جائے اور خدا کے اس حکم کی تعمیل کی جائے۔وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:۷)

رسول بحیثیت قاضی وجج: رسول کی ایک حیثیت قاضی اور جج کی ہے، جس طرح ایک قاضی عدالت میں انسان کے آپسی جھگڑے کا فیصلہ کرتے ہیں۔صاحب حق کو اس کا حق دیا جاتا ہے مظلوم کی مدد کی جاتی ہے اسی طرح رسول کی ذمہ داری ہے کہ امتوں کے جھگڑوں اور تنازعات میں بحیثیت، ثالث وقاضی کے فیصلہ وتصفیہ اور صلح کرائے، اللہ نے آپ کو فیصلہ کرنے کا خاص ملکہ عطا کیا تھا جس کے ذریعہ آپؐ عدالت عظمیٰ میں آئے ہوئے تمام مقدمات کا بلاتفریق مذہب وملت فیصلہ فرماتے تھے تاریخ شاہد ہے کہ اہل کتاب نیز مشرکین بھی آپ کے پاس مقدمات لے کر آتے تھے کیونکہ ان کو اپنی ظالم سوسائٹی میں انصاف نہیں ملتا تھا، مظلوم کی مدد نہیں کی جاتی تھی، آپ ان کے درمیان اپنے وہبی ملکہ وبصیرت سے کتاب اللہ کے مطابق حق فیصلہ فرماتے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (النساء:۱۰۵) صحابہ کرام آپ کے فیصلے کی فرمانبرداری اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کردیتے تھے۔اور کیوں نہ ایسا ہو مؤمنین کو یہی حکم ہوا تھا کہ رسول کے ارشادات وفرامین کو اور ان کے فیصلہ کو بطیب خاطر تسلیم کرلے اور عملاً بھی اطاعت وانقیاد ظاہر کرے اسی میں سرخروئی اور فوز وفلاح مضمر ہے یہ ایک مؤمنانہ صفت حمیدہ ہے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (النور:۵۱)

مؤمنین کو ایسا کرنا چاہیے بھی تھا اور منافقانہ روش اختیار نہیں کرنا چاہیے، آپ کے فیصلہ کے سامنے ذرا بھی پس وپیش وچون وچرانہ کریں اور چاہے وقتی طور پر ظاہری اعتبار سے نقصان نظر آتا ہو جب تک کوئی ایسا نہیں کرتا کامل مؤمن اور پکے ایماندار نہیں بن سکتے۔اللہ ورسول پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ اپنی گردن کو ان کی اطاعت وفرمانبرداری کے لئے ان کے احکام کے سامنے ہمیشہ سرنگوں رکھیں تبھی مومن کہلانے کے مستحق ہوسکتے ہیں، اگر کوئی ان کے فیصلے اور احکام سے مطمئن نہیں ہوتا اور کسی کے دربار یا عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے یا غیر کے لائحہ حیات یا دستور زندگی کو اپناتا ہے تو جان لیجئے کہ وہ مومن نہیں ہوسکتا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:۶۵)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک منافق مسلمان اور یہودی کے درمیان کچھ تنازع ہوگیا اور مقدمہ آپ کے پاس لایا گیا آپ نے صواب دید سے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔منافق کو زعم تھا کہ میں مسلمان ہوں عمرؓ میری طرفداری کریں گے۔اس لئے کہا کہ چلو عمرؓ سے فیصلہ کرالیں گے۔حضرت عمرؓ نے بھی فیصلہ یہودی کے حق میں دیا اور اللہ نے حضرت عمرؓ کی حمایت میں یہ آیت نازل فرمائی۔جو شخص نبی کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا وہ مؤمن نہیں ہوسکتا، لہٰذا رسول کی سنت نہ ماننے والے اپنا چہرہ ان آیتوں کے آئینہ میں دیکھ لیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب:۳۶)

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول کی فرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا کرے آمین

☆☆☆

مغرب سے قبل دو رکعت

محمد مسلم بن محمد یعقوب

عن عبدالله بن مغفل قال قال النبی صلی الله علیه وسلم صلوا قبل صلوة المغرب رکعتین صلوا قبل صلوة المغرب رکعتین قال فی الثالثة لمن شاء کراهیة ان یتخذها الناس سنة (متفق علیہ)

عبداللہ بن مغفل مزنیؓ کی اس روایت میں آپ نے تین مرتبہ لوگوں کو مغرب سے قبل نماز پڑھنے کا حکم فرمایا اور اس خوف سے کہ کہیں لوگ اسے سنت موکدہ نہ سمجھ بیٹھیں تیسری مرتبہ لمن شاء فرما کر یہ وضاحت کردی کہ یہ حکم اختیاری ہے۔

آج ہندوستان کے بیشتر قصبوں، شہروں اور دیہاتوں میں مسلمان کافی تعداد میں رہتے بستے ہیں اور الحمدللہ بہت سے علاقوں میں ان کے اندر اسلامی روح اور دینی اسپرٹ بھی موجود ہے اور وہ لوگ قرآن وسنت کے احکام پر حتی الامکان گامزن بھی نظر آرہے ہیں مگر اسی کے ساتھ ساتھ بہت سے ایسے بھی علاقے ہیں جن میں علماء کی موجودگی کے باوجود بہت سی سنتیں متروک ہیں اور بدعتیں رواج پا گئی ہیں۔ انہیں متروکہ سنتوں میں سے نماز مغرب سے قبل دو رکعت بھی ہے۔ آج اس پر عمل متروک ہو چکا ہے جبکہ اس کی مسنونیت اور استحباب نبی کریم صلی اللہ وسلم سے ثابت ہے۔

ابن حبان کی روایت ہے: ان النبی صلی الله علیه وسلم صلی قبل المغرب رکعتین (صحیح ابن حبان) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے قبل دو رکعت پڑھی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ عن انس بن مالک رضی الله عنه قال: کنا نصلی علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم رکعتین بعد غروب الشمس قبل صلوة المغرب فقلت له اکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلیهما قال کان یرانا نصلیهما فلم یامرنا ولم ینهانا (صحیح مسلم ج۱)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غروب شمس کے بعد نماز مغرب سے قبل دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ انسؓ کے شاگرد نے ان سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں رکعتوں کو پڑھا ہے۔ (انسؓ نے کہا) آپ ہمیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے تو نہ حکم دیتے تھے نہ منع کرتے تھے۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مغرب سے قبل دو رکعت درست نہ ہوتی تو آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل کو باقی نہیں رکھتے بلکہ منع کردیتے ان کے علاوہ بھی بے شمار احادیث آپ کو ملیں گی جو فریضۂ مغرب سے قبل دو رکعت کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں ہم مزید چند احادیث پیش کرتے ہیں۔

عن انس بن مالک قال کان المؤذن اذا اذن قام ناس من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم یبتدرون السواری حتی یخرج النبی صلی الله علیه وسلم وهم کذلک یصلون رکعتین قبل المغرب ولم یکن بین الاذان والاقامة شئی وقال عثمان بن جبلة وابوداؤد عن شعبة لم یکن بینهما الا قلیل (صحیح البخاری جلد ا باب کم بین الاذان والاقامۃ ص ۸۷)

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ موذن جب اذان ختم کرتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام ستونوں کی طرف لپکتے اور سنت میں مشغول ہو جاتے، یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکلتے اور لوگ مغرب سے پہلے دو رکعت سنت پڑھتے رہتے حالانکہ اذان واقامت کے درمیان کچھ (وقفہ) نہیں ہوتا تھا، یعنی بہت کم وقفہ ہوتا تھا جیسا کہ عثمان بن جبلہ وغیرہ کے قول سے مترشح ہوتا ہے۔

وعن عبدالله بن مغفل المزنی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بین کل اذانین صلوة قالها ثلاثا قال فی الثالثة لمن شاء (صحیح مسلم ج۱ باب استحباب رکعتین قبل صلوة المغرب)

عبداللہ بن مغفل مزنیؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے آپ نے اسے تین مرتبہ فرمایا تیسری بار کہا یہ نماز اسی شخص کے لئے ہے جو پڑھنا چاہے۔

روایت کے الفاظ عام ہیں جو ہر اذان واقامت کو شامل ہیں نماز کے استحباب کو بتاتے ہیں ان میں کسی نماز کی تخصیص نہیں ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ لفظ کو اس کے ظاہر معنی سے کسی دوسرے معنی کی طرف اس وقت تک پھیرا نہیں جاسکتا جب تک کہ کوئی قرینہ موجود نہ ہو اور یہاں کوئی قرینہ موجود نہیں ہے اس لئے حدیث اپنے اصلی اور ظاہری معنی کے اعتبار سے تمام نمازوں کو عام ہے لہٰذا مغرب کی اذان واقامت بھی اس میں داخل ہے۔

☆☆☆

نیک اعمال کی منصوبہ بندی

عبدالمنان سلفی شکراوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

موجودہ دور میں اکثر لوگوں کو شکایت رہتی ہے کہ بڑی انارکی کا زمانہ ہے، کوئی باقاعدہ نظام نہیں ہے، کاموں میں پہلے جیسی برکت نہیں ہے اور لوگوں کے ارادوں میں پختگی وعزیمت نہیں ہے۔ لوگ سوچتے ہیں کہ منصوبہ بندی نہ ہونے کی بنا پر ایسا ہوتا ہے، منصوبہ بندی کی جائے تو کوششوں کے بہتر نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ منصوبہ بندی کے کورسز تیار کیے جائیں اور لوگوں کو اس کی ٹریننگ دی جائے، یہی مسئلہ کا خاطر خواہ حل ہے۔ کیونکہ منصوبہ بندی ہوگی تو کاموں کو بہتر طور پر انجام دیا جاسکے گا۔

طرح طرح کے خیالات اور نوع بنوع نظریات، ہر شخص آزاد ہے جو چاہے سوچے اور مرضی کے مطابق حل پیش کرے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ منصوبہ بندی کوئی چارٹ نہیں ہے کہ جس میں اہم باتیں لکھ کر دیوار پر چسپاں یا اپنے دفتر میں لٹکا دیا جائے اور اس کے مطابق دنیا چل پڑے۔ کیونکہ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو درست ترین باتوں کی معلومات نہیں ہے۔ بلکہ مسائل کے تئیں بے رغبتی، پختہ ارادے کا فقدان اور نفسیاتی بیماریوں کی کثرت ہے جو ذہن ودماغ کو بوجھل اور افکار وخیالات کو پراگندہ کردیتی ہیں جس کے نتیجے میں کاموں کو بحسن وخوبی انجام تک پہنچانا مشکل ہی نہیں محال ہوجاتا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ درج ذیل نیک اعمال کی منصوبہ بندی کی جائے اور اس کی جانب توجہ دی جائے، اس طرح اللہ کی مدد شامل حال رہے گی اور یقیناً مثبت ودوررس نتائج برآمد ہوں گے۔ ان شاء اللہ

۱۔ نیکی کی حرص: انسان کے اندر نیکی وبھلائی کی حرص ولالچ ہو اور فرماں برداری میں جلدی کرنے کا جذبہ پیدا ہوجائے تو اس سے مزید نیکیوں اور بھلائی کے کاموں میں تیزی اپنے آپ آجاتی ہے پھر یہ سلسلہ منقطع نہیں ہوتا اور آگے بڑھتا رہتا ہے۔ اس سے نفس کے اندر سستی وکاہلی پیدا نہیں ہوتی اور نفس غفلت کا شکار نہیں ہوتا۔

۲۔ قرآن کریم کی تلاوت: یہ برکت کا خزانہ اور نیک اعمال کی گاڑی کو آگے بڑھانے میں ایندھن کا کام کرتا ہے۔ جب آپ نیک اعمال سے اکتاہٹ محسوس کریں اور سستی وکاہلی گھیرنے لگے تو قرآن کریم کی تلاوت سے توانائی حاصل کی جائے۔

۳۔ نماز کی پابندی: اس سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، توانائی ملتی ہے اور نیک اعمال کی افزائش ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول ایک معرکہ سے لوٹے تو تصور کیجیے کہ کس قدر تکان وسستی ہوگی؟ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! نماز کے ذریعے راحت وسکون فراہم کرو یعنی اذان دو کہ نماز پڑھی جائے۔ کیونکہ نماز میں راحت وسکون واطمینان کا بھرپور سامان ہے۔ اس سے روح کو غذا ملتی ہے۔ جب روح کو تازگی ملے گی تو جسم میں بھی نشاط وچستی پیدا ہوگی۔

۴۔ استغفار: اللہ سے اپنے گناہوں وغلطیوں کی معافی مانگنا۔ یوں سمجھیے کہ ہمارے گناہ، ہمارے معاملات کو بخیر وخوبی انجام پانے میں بڑی رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ استغفار کریں گے تو بوجھ ہلکا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوگا۔ استغفار کے بے شمار فائدے ہیں، اس سے بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے، مال واولاد میں افزائش ہوتی ہے۔ اللہ کی فرماں برداری کے کام انجام پاتے ہیں اور دعا کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اس سے اللہ اور بندے کے درمیان اجنبیت کا احساس دور ہوتا ہے، بندے کے دل میں دنیا کے معمولی ہونے کا احساس جاگتا ہے۔ انسانوں اور جنوں میں جو شیطان خصلت ہوتے ہیں وہ دور رہتے ہیں، ایمان اور طاعت کی چاشنی ملتی ہے، اللہ کی محبت کی دولت سے انسان سرفراز ہوتا ہے، عقل اور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، روٹی روزی کے مسائل حل ہوتے اور رنج وغم دور ہوجاتے ہیں، فرد اور سماج کو اعمال بد سے نجات ملتی ہے۔

۵۔ توبہ: ہمارے معاملات میں پیچیدگی گناہوں کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے لیکن اگر ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں گے تو اللہ ہم سے محبت کرنے لگے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان الله يحب التوابين (بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) اور جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرنے لگے تو اس کے کیا کہنے! توبہ کرنے والے کے گناہوں اور برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔

۶۔ لاحول ولاقوة الا بالله (گناہوں سے پھیرنے اور نیکیوں کی طرف موڑنے کی طاقت اللہ کی توفیق کے بغیر نہیں مل سکتی) کا ورد کرتے رہنا چاہیے۔ اس سے مشکلات دور ہوں گی۔ آپ کی طاقت کو اللہ کی طاقت سے مدد ملے گی۔ اللہ کی طاقت ومدد شامل حال نہیں رہے گی تو کمزوری آنا لازمی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طاقت وقوت اور اپنی کمزوری کا اعتراف کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی مدد کا نزول ہوگا۔

۷۔ تسبیح: یعنی زیادہ سے زیادہ اللہ کی پاکی بیان کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ وہ فرشتے جو اللہ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں وہ ہمیشہ اللہ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھانے کا کام کتنا بھاری بھرکم ہے اس کا

تصور نہیں کیا جا سکتا۔اس کام کو انجام دینے والے فرشتے تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں،اگر تسبیح سے بڑھ کر کوئی عمل ہوتا تو اللہ تعالیٰ انہیں وہی بتاتا۔جب اس کے علاوہ کوئی عمل انہیں نہیں سکھایا گیا تو اس کا مطلب ہے کہ کوئی اور عمل اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔تسبیح سے آپ کو بھی اپنے کام کو بحسن وخوبی انجام دینے میں مدد ملے گی۔اور اس سے مزید سہولت پیدا ہوگی۔

۸۔**دعا کا اہتمام کرنا**: دعا کی بڑی اہمیت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ** (غافر:۶۰) ترجمہ:''مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔'' ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: الدعاء ھوالعبادۃ (دعا ہی عبادت ہے)(ترمذی) نیز فرمایا: **لایرد الدعاء الاالدعاء ولایزید فی العمر الاالبر** (ترمذی)''دعا کے علاوہ کوئی اور چیز تقدیر کو نہیں بدل سکتی اور نہ عمر میں نیکی کے علاوہ کوئی اور چیز اضافہ کرسکتی ہے۔''

۹۔**صلہ رحمی کرنا**: رشتوں ناطوں کو نبھانے کی شریعت میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: **من احب ان یبسط لہ فی رزقہ وینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ** (بخاری)''جسے پسند ہو کہ اس کی روزی کشادہ اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' صلہ رحمی یعنی رشتے ناطوں کا لحاظ رکھنا اور انہیں نباہنا اسلام کی اعلیٰ تعلیمات اور انسانیت کی اول درجے کی اقدار و روایات میں سے ہے۔اس سے رزق وروزی میں کشادگی اور عمر، مال اور عمل میں برکت ہوتی ہے۔

۱۰۔**اللہ پر توکل**: اللہ پر بھروسہ مومن کی طاقت ہوتی ہے،اس کے بوتے وہ بڑے سے بڑے مسائل ومشکلات سے خوف نہیں کھاتا اور نہ گھبراتا ہے بلکہ ان پر قابو پانے میں اس سے مدد ملتی ہے۔اللہ کی جانب سے اس کی غیبی مدد ہوتی ہے اور وہ خود اس کے معاملات کے لیے کافی ووافی ہوجاتا ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ** (الطلاق:۳) ترجمہ:''اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہوجاتا ہے۔''

اس کے برعکس جو شخص معاملات کو انجام دینے کے لیے منصوبہ بندی کرتا ہے اور لائحہ عمل تیار کرتا ہے پھر اس کے بعد صرف اپنی ذات اور اپنی صلاحیت ووسائل پر اعتماد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو اس کے حوالے کردیتا ہے اور اس کی مدد شامل حال نہیں رہتی ہے۔

۱۱۔**روزہ رکھنا**: روزہ صبر وبرداشت کی تربیت گاہ اور صبر کرنے والوں کی تگ ودو کا میدان ہے۔ہمیں اس شر وروفتن کے دور میں روزے پابندی سے رکھنے کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اس میں ایک پکے سچے مسلمان کی تربیت کا بھرپور سامان موجود ہے۔ایسے دور میں جبکہ ترقی کے مواقع مسدود اور تحفظ وبچاؤ کے ذرائع نایاب ہوتے جارہے ہیں روزے سے تقویٰ وپرہیزگاری میں اضافہ ہوگا۔ہمیں چاہیے کہ ہم اس موج ومستی کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے زمانے میں خود بھی اور اپنے بچے وبچیوں کو بھی روزہ رکھنے کی ترغیب دیں اور نفس کی سستی وکاہلی دور کرکے چستی وپھرتی کا مظاہرہ کریں کیونکہ روزے سے نفس کے اندر خوبصورتی پیدا ہوگی اور اس کی بڑھتی ہوئی خواہشات پر لگام لگے گی۔

۱۲۔**لوگوں کی مدد**: اس نفسانفسی کے دور میں یہ بڑا ہی اہم کام ہے۔جب تک آپ اپنے بھائی کی مدد کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی ومددگار رہے گا۔آپ کے بگڑے کاموں کو بنائے گا، آپ کی مشکلات حل ہوں گی، آپ کی اس طرح مدد ونصرت ہوگی کہ آپ تصور بھی نہیں کرسکتے۔بہت مشہور حدیث ہے: **واللہ فی عون العبد مادام العبد فی عون اخیہ** (اللہ تعالیٰ بندے کی اس وقت تک مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہے۔) اگر کبھی آپ کو کوئی مشکل درپیش ہو، آپ کا کوئی کام بگڑ رہا ہو تو فوراً اپنے گرد وپیش کے لوگوں پر نظر دوڑائیے کہ کوئی پریشان حال تو نہیں، معلوم ہونے پر اس کی مدد کیجیے، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کے لیے کسی کو بھیج دے گا اور آپ کی مشکل آسان ہوجائے گی۔مومن کی یہی شان ہے کہ اس کی طاقت اللہ کی مدد پھر اس کے بھائی برادر سب ہوتے ہیں۔

۱۳۔**تہجد گزاری**: جو شخص رات کو اٹھ کر عبادت الٰہی میں مصروف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دن کے کاموں میں مدد کرتا ہے اور رات کی عبادت کا معاوضہ آخرت میں تو ملنا ہی ملنا ہے، دن آنے پر فوری طور پر بھی ملتا ہے۔ایسا شخص جو عبادت الٰہی کی غرض سے شب بیداری کرتا ہے وہ دن میں کبھی خائب وخاسر نہیں ہوتا۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: **تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا ومما رزقناھم ینفقون.** ترجمہ: ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔''

۱۴۔**صدقہ وخیرات کرنا**: جسمانی وروحانی ہر قسم کی بیماری کی دوا صدقہ وخیرات ہے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: **داووا مرضاکم بالصدقۃ** (طبرانی)''اپنے بیماروں کا علاج صدقے سے کیا کرو۔'' ایک موقع پر فرمایا: **الصدقۃ تطفئ الخطیئۃ** (صدقہ گناہوں (کی آگ) کو بجھا دیتا ہے) شیطان جس کی تخلیق ہی آگ سے ہوئی ہے اس کا تعلق ہر خطا وگناہ کے ساتھ لازمی طور پر ہے اور صدقہ کی خاصیت ہے کہ وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامية

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں قائم اعلی تعلیمی وتربیتی ادارہ "المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ" میں نئے تعلیمی کلینڈر (۲۰۲۰-۲۰۲۱) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

داخلے جاری ہیں

ملک میں مدارس وجامعات اور تعلیمی اداروں کے کھلتے ہی

"المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامية" میں تعلیم شروع ہوجائے گی۔ ان شاءاللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پر دوسال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیرۃ والسلوک پر کم ازکم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

داخلہ کے خواہش مند فضلاء اپنی درخواست مع تصدیقات و نقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں اورداخلہ امتحان کی تاریخ کا انتظار کریں۔

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامية

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر: 23273407, 011-26946205، موبائل: 09560841844, 9213172981

شعبۂ تعلیم و تربیت: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

مولانا ابوالکلام آزادؒ

فضائل اخلاق

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

کتاب اللہ کی شہادت: رسول اللہ صلی علیہ وسلم عالم انسانیت کے لیے فضائل ومکارم اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔ جس وجود مبارک کو پوری اولاد آدم کے لیے قیامت تک اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا، اس کی حیثیت اس کے سوا ہو بھی کیا سکتی تھی؟ اس کا پہلا شاہد قرآن پاک ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:۴) (اے پیغمبر) تم اعلیٰ اخلاق پر پیدا ہوئے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران:۱۵۹) (اے پیغمبر) خدا کی یہ بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے اس قدر نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ کج خلق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے ہٹ جاتے (یعنی ان کے دل تمہاری طرف اس طرح نہ کھنچتے جس طرح اب بے اختیار کھنچ رہے ہیں) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ:۱۲۸) (مسلمانو) تمہارے پاس اللہ کا رسول آ گیا ہے، جو تم ہی میں سے ہے۔ تمہارا رنج وکلفت میں پڑنا اس پر بہت شاق گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا بھوکا ہے۔ مومنوں کے لیے نہایت شفیق ورحیم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ارشادات ملاحظہ ہوں:

۱۔ **بعثت لاتمم حسن الاخلاق** میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

۲۔ **انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** میں تو اسی لیے بھجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کا معاملہ درجۂ اتمام پر پہنچاؤں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ابوذر غفاریؓ تک پہنچی تھی تو انھوں نے اپنے بھائی کو تحقیق احوال کے لیے مکہ مکرمہ بھیج دیا تھا۔ بھائی نے مکہ مکرمہ سے مراجعت پر ابوذرؓ کو ان الفاظ میں اطلاع دی۔

رایتہ یامر بمکارم الاخلاق (بخاری کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخا) میں نے آپ ﷺ کو دیکھا ہے۔ آپ ﷺ اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔

یہ بعثت کے بالکل ابتدائی دور کا واقعہ ہے۔ اس دور میں بھی جس کسی کی نظر آپ پر پڑی۔ آپ میں جو نمایاں ترین وصف نظر آیا اسے فضائل اخلاق ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت علیؓ کا بیان: امام حسینؓ نے حضرت علیؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندہ جبیں، نرم خو اور مہربان طبع تھے۔ سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے۔ کوئی برا کلمہ کبھی منہ سے نہ نکلا۔ عیب جو اور تنگ گیر نہ تھے۔ کوئی بات ناپسند ہوتی تو اس سے اغماض فرماتے۔ اپنے نفس سے آپ نے تین چیزیں بالکل دور کر دی تھیں، (ا) بحث ومباحثہ (ب) ضرورت سے زیادہ بات کرنا (ج) جو بات مطلب کی نہ ہو، اس میں پڑنا۔ دوسروں کے متعلق بھی تین ہی باتوں سے پرہیز کرتے تھے (ا) کسی کو برا نہیں کہتے تھے۔ (ب) کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے (ج) کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔ وہی باتیں کرتے جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا۔ آپ کلام کرتے تو صحابہ اس طرح سر جھکا کر اور خاموش ہو کر سنتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب آپ خاموش ہو جاتے تو پھر (صحابہ) آپس میں بات چیت کرتے۔ کوئی دوسرا بات کرتا تو جب تک ختم نہ کر لیتا آپ چپ سنا کرتے۔ لوگ جن باتوں پر ہنستے، آپ محض مسکرا دیتے۔ باہر کا کوئی آدمی (یعنی اجنبی) بے باکی سے گفتگو کرتا تو آپ تحمل فرماتے۔ دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے تاہم اگر کوئی آپ کے احسان وانعام کا شکریہ ادا کرتا تو قبول فرما لیتے۔ جب تک بولنے والا چپ نہیں ہو جاتا تھا، آپ اس کی بات نہیں کاٹتے تھے۔ نہایت فیاض، نہایت راست گو، نہایت نرم طبع اور نہایت خوش صحبت تھے۔ اگر کوئی آپ کو دفعتاً دیکھ لیتا تو مرعوب ہو جاتا۔ لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا محبت کرنے لگتا۔ (سیرۃ النبیؐ جلد اول حصہ دوم ص ۲۸۸۔۲۸۹ بحوالہ شمائل ترمذی) اور کہا کرتا کہ میں نے آپ ﷺ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا بعد نہیں دیکھا۔

یہ محض عہد نبوت کے تیئیس سال ہی نہیں بلکہ چند سال پیشتر کے عینی مشاہدات کا بھی جامع مرقع ہے۔

حضرت عائشہؓ کا بیان: حضرت عائشہؓ نے ہجرت سے قبل رسول اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے بعض اہم واقعات بھی دیکھے تھے اور مدنی زندگی میں تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات بن گئی تھیں۔ یہاں تک کہ اس دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا آخری ہفتہ حضرت ممدوحہ ہی کے حجرے میں گزرا۔ حضرت ممدوحہؓ نے سہارا دے رکھا تھا، جب روح پاک اس دنیا کو چھوڑ کر عالم قدس میں پہنچی۔

حضرت عائشہؓ ہی کے حجرے کو اللہ تعالیٰ نے جسد اطہر کی آخری آرام گاہ بنایا۔ مشاہدے کے جیسے مختلف مواقع حضرت ممدوحہؓ کو میسر آئے، وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ کے بعض ارشادات ملاحظہ ہوں:

(۱) جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے وہ لے لیتے جو آسان اور سہل ہوتی، بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہوتا۔ اگر گناہ ہوتا تو آپ سب سے بڑھ کر اس سے دوری اختیار کرتے۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی کو سزا نہ دی اور کبھی بدلہ نہ لیا۔ ہاں اللہ کے حکموں کی حرمت زائل کرنے والوں کو آپ اللہ کے لیے سزا دیتے تھے۔ (ایضا ایضا)

(۳) عادت شریف یہ تھی کہ برائی کے بدلے میں برائی سے کبھی کام نہ لیا۔ ہمیشہ درگزر کرتے اور معاف فرما دیتے۔ (سیرۃ النبیؐ جلد اول حصہ دوم ص ۲۸۷)

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کبھی نہ ہنسے کہ آپ کا تالو نظر آیا ہو، صرف مسکرا دیا کرتے تھے۔

(۵) ہر لحظہ دل پر خوف وخشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ بادل دیکھتے یا آندھی آتی تو چہرۂ مبارک پر تکلیف کے آثار نمایاں ہو جاتے۔ میں نے (حضرت عائشہؓ نے) کہا: یا رسول اللہؐ! لوگ بادل دیکھتے ہیں تو اس امید پر خوش ہوتے ہیں کہ بارش ہوگی۔ آپ کے چہرے سے تکلیف نمایاں ہوتی ہے۔ فرمایا: عائشہؓ! کون سی بات مجھے بے خوف کر سکتی ہے کہ اس میں عذاب نہ ہوگا؟ ایک قوم کو آندھی سے عذاب دیا گیا۔ ایک قوم نے عذاب دیکھا تو کہا یہ بادل ہے۔ (صحیح بخاری)

(۶) آپ نے نام لے کر کبھی کسی پر لعنت نہ کی۔ نہ کبھی اپنے کسی خادم، کسی لونڈی، کسی غلام، کسی عورت اور کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے مارا (سیرۃ النبیؐ جلد اول حصہ دوم ص ۳۸۷ بحوالہ مسلم وابوداؤد)

(۷) آپ نے کبھی کسی کی درخواست رد نہ فرمائی، الا یہ کہ وہ ناجائز تھی۔

(۸) گھر میں تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے آتے۔ باتیں اس طرح ٹھہر ٹھہر کر کرتے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے تو رکھ لے۔ (بخاری کتاب الادب)

(۹) ایک بدوی آیا اور بولا: آپ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ہم تو بوسہ نہیں دیتے۔ فرمایا: اللہ نے تیرے دل سے رحم نکال دیا۔ اس میں میرا کیا اختیار؟ (بخاری، کتاب الادب)

(۱۰) اسودؓ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ گھر میں کیا کیا کرتے تھے۔ فرمایا: گھر والوں کی خدمت میں رہتے تھے یعنی ان کے کام کیا کرتے تھے۔ نماز کا وقت آتا تو نماز کے لیے چلے جاتے۔ (بخاری، کتاب الصلوۃ، باب اذا دعی الامام الی الصلوۃ)

(۱۱) اگر کسی کی کوئی حرکت پسند نہ ہوتی تو اس کا نام لے کر منع نہ فرماتے، اصل فعل کو منع فرما دیتے۔

(۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے ایک دن میں دو نوالے نہیں کھائے، مگر ان میں سے ایک کھجور کا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق)

اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم انسؓ بن مالک کا یہ بیان بھی شامل کر لیجئے کہ میں نے دس سال آپ کی خدمت میں گزارے۔ اس پوری مدت میں آپ میرے متعلق ناپسندیدگی کا کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے۔ نہ کبھی یہ فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا؟ نہ کبھی یہ فرمایا: فلاں کام کیوں نہ کیا؟ (بخاری، کتاب الادب)

نبوت سے پیشتر کی زندگی: حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے بیانات کا تعلق زیادہ تر عہد نبوت سے ہے جس کی کل مدت تئیس سال تھی۔ اس سے پیشتر آپ چالیس سال کی طویل مدت گزار چکے تھے۔ یہی زندگی ہے جسے قرآن مجید میں ایک مقام پر صداقت نبوت کی ایک قوی دلیل قرار دیا گیا ہے یعنی

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (یونس:۱۶)

یہ واقعہ ہے کہ میں اس معاملے (یعنی نبوت) سے پہلے تم لوگوں کے اندر ایک پوری عمر بسر کر چکا ہوں۔ کیا تم سمجھتے بوجھتے نہیں۔

مشرکین عرب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وفضیلت سے انکار نہ تھا، حتی کہ ابوجہل کو بھی اعتراف تھا کہ آپ سچے ہیں، مگر وہ کہتے تھے کہ آپ ایسی باتیں کہتے ہیں جنھیں ہم قبول نہیں کر سکتے۔ مولانا ابوالکلام مرحوم ومغفور فرماتے ہیں کہ آیت کے منقولہ ٹکڑے میں صداقت نبوت کی ایک سب سے زیادہ واضح اور وجدانی دلیل بیان کی گئی ہے۔ یعنی فرمایا:

ساری باتیں چھوڑ دو۔ اسی بات پر غور کرو کہ میں تم میں نیا آدمی نہیں، جس کے خصائل وحالات کی تمہیں خبر نہ ہو۔ تم ہی میں سے ہوں اور اعلان وحی سے پہلے ایک عمر تم میں بسر کر چکا ہوں یعنی چالیس برس تک کی عمر کہ عمر انسانی کی پختگی کی کامل مدت ہے۔ اس تمام مدت میں میری زندگی تمہاری آنکھوں کے سامنے رہی۔ بتلاؤ اس میں کوئی ایک بھی بات تم نے سچائی اور دیانت کے خلاف دیکھی؟ پھر اگر اس تمام مدت میں مجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ انسانی معاملے میں جھوٹ بولوں تو کیا اب ایسا ہو سکتا ہے کہ خدا پر بہتان باندھنے کے لیے تیار ہو جاؤں اور جھوٹ موٹ کہنے لگوں، مجھ پر اس کا کلام نازل ہوتا ہے؟ کیا اتنی چھوٹی سی بات بھی تم نہیں پا سکتے؟

تمام علماء اخلاق ونفسیات متفق ہیں کہ انسان کی عمر میں ابتدائی چالیس برس کا زمانہ اس کے اخلاق وخصائل کے ابھرنے اور بننے کا اصلی زمانہ ہوتا ہے۔ جو سانچا اس عرصے میں بن گیا، پھر بقیہ زندگی میں بدل نہیں سکتا۔ پس اگر ایک شخص چالیس برس تک صادق وامین رہا تو کیونکر ممکن ہے کہ اکتالیسویں برس میں قدم رکھتے ہی ایسا کذاب ومفتری بن جائے کہ انسانوں ہی پر نہیں، فاطر السموات والارض پر افترا

کرنے لگے؟

چنانچہ بعد میں فرمایا: دو باتوں سے تم انکار نہیں کر سکتے کہ جو شخص اللہ پر افترا کرے، اس سے بڑھ کر کوئی شریر نہیں اور جو صادق کو جھٹلائے وہ بھی سب سے زیادہ شریر انسان ہے اور شریر و مفتری کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا... فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا قانون ہے کہ مجرموں کو فلاح نہیں دیتا۔

چنانچہ اللہ کا فیصلہ صادر ہو گیا۔ جو مکذب تھے، ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ جو صادق تھا، اس کا کلمۂ صدق آج تک قائم ہے اور قائم رہے گا۔ (ترجمان القرآن جلد دوم ص ۱۵۱۔۱۵۲)

دنیا جانتی ہے کہ جس دور میں سچائی اور دیانت و امانت کی روشنی گل ہو چکی تھی، اس دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیرۃ طیبہ کی پاکیزگی اور طہارت سے ''الصادق اور الامین'' کے لقب حاصل کیے۔ جب حرم کعبہ کی تعمیر کے سلسلے میں حجر اسود کو اصل مقام پر نصب کرنے کے متعلق رؤساء قبائل کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی تو فیصلہ یہ ہوا تھا کہ جو شخص سب سے پہلے حرم میں آئے، اسے ثالث بنا لیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے آئے اور تمام لوگ پکار اٹھے۔ امین آ گئے۔ امین آ گئے۔ ہمیں ان کا فیصلہ منظور ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق ایسی گواہی تھی، جس کی صداقت و محکمیت سے کسی کے لیے بھی اختلاف بجا نہ ہوگا۔

حضرت خدیجہؓ کی شہادت:

محض یہی نہیں۔ ایک نہایت زبردست شہادت حضرت خدیجہؓ کی ہے، جو بعثت تک پندرہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں گزار چکی تھیں۔ اس کے بعد دین حق کے دور غربت کی اذیتیں اور مصیبتیں بھی دس سال تک صابرانہ برداشت کر کے عالم بقا کو سدھاریں۔ یہ شہادت بھی بعد بعثت سے نہیں بلکہ بعثت سے پیشتر ہی کی زندگی سے متعلق ہے۔

سورہ علق کی آیتیں آپ پر نازل ہو چکیں تو اول نزول وحی کی شدت کا آپ پر بے حد اثر تھا اور یہ پہلی وحی تھی۔ معلوم ہے کہ اس کے بعد بھی جب وحی نازل ہوتی تھی تو چہرۂ مبارک پر پسینے کے قطرے نمودار ہو جاتے تھے۔ دوم جو گراں قدر کام اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمے لگا دیا تھا، اس کی بے پناہ مشکلات کا آپ کو پورا اندازہ تھا۔ اس لیے آپ کوہ حرا سے اتر کر گھر تشریف لائے تو قلب مبارک پر لرزہ سا طاری تھا۔ جب طبیعت ذرا سکون پذیر ہوئی تو آپ نے پوری کیفیت غمخوار و غمگسار رفیقہ حیات کو سنا کر فرمایا: لقد خشیت علی نفسی (مجھے اپنی جان کا خوف ہے) حضرت خدیجہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت پاکیزہ اور سراپا خیر طریق حیات سے پوری طرح آگاہ تھیں۔ انھیں خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ خلق خدا کے ساتھ محبت و شفقت کے ایسے نادر پیکر کو قدرت کامیابی کی منزل پر نہ پہنچائے گی۔ چنانچہ آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

ہرگز نہیں خدا کی قسم، خدا آپ کو کبھی اندوہ گیں نہ کرے گا۔ آپ عزیزوں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں۔ ناتوانوں، بیکسوں، اور غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا، انھیں دیتے ہیں۔ مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں۔ مصائب میں حق کے معاون و مددگار ہیں۔ (کیف کان بدء الوحی) صادق القول ہیں۔ (یہ ٹکڑا اسی حدیث کی اس روایت میں آیا ہے جو بخاری کی کتاب التعبیر میں آئی ہے۔)

یہ شہادت ان فضائل و مکارم کے متعلق ہے جو بعثت سے بیشتر وجود گرامی میں موجود تھے اور حضرت خدیجہؓ سے بڑھ کر ان کا اندازہ شناس کون ہو سکتا تھا؟

اہل ایمان کے اوصاف و خصائل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اخلاق کا اندازہ کرنے کے لیے ایک معیار یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان کے جو اوصاف و خصائل قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں، انھیں سامنے رکھ لیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس وجود مبارک کے ذریعے سے قرآن مجید کی تعلیم مخلوق تک پہنچائی۔ وہ بہر حال اس تعلیم کا ایک مقدس پیکر ہوگا۔ اسی وجود مبارک کو دیکھ کر صحابہ اپنے عمل درست کرتے تھے اور اسی وجود مبارک کے زیر سایہ ان کے تزکیے کا سلسلہ جاری تھا۔

قرآن مجید سے وہ تمام آیتیں چن کر جمع کر دینا تو ممکن نہیں، لیکن ان میں سے چند ملاحظہ فرما لیجیے، جن میں مجلسی و اجتماعی زندگی سے گہرا تعلق رکھنے والے اوصاف کا ذکر ہے:

۱۔ مومن وہ ہیں جو اللہ سے ڈرتے اور باہمی معاملات درست رکھتے ہیں۔ اللہ کا ذکر چھڑے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ اللہ کا کلام سنایا جائے تو ان کے ایمان زیادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر حال میں اللہ پر بھروسا رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، جو کچھ خدا نے انھیں دے رکھا ہے، اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں وہی حقیقی مومن ہیں۔ (انفال: ۱۔۴)

۲۔ بلاشبہ ایمان والے کامیاب ہوئے (ان کی خصوصیتیں کیا ہیں) نمازیں خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں۔ نکمی اور لغو باتوں سے رخ پھیرے ہوئے ہیں۔ زکوۃ ادا کرنے میں سرگرم ہیں۔ عفت و عصمت کی نگہداشت سے کبھی غافل نہیں ہوتے..... امانتوں اور وعدوں کا انھیں پاس رہتا ہے۔ نمازوں کی حفاظت میں بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ (مومنون: ۱۔۱۰)

۳۔ اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں یعنی عجز و فروتنی سے چلتے ہیں۔ جب جاہل یعنی کم عقل، اکھڑ اور بے ادب لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو ملایم بات سنا کر اور صاحب سلامت کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ رات کا وقت (یعنی سونے کا وقت کلب کی تفریحات میں نہیں) اپنے پروردگار کے لیے قیام و سجود میں گزارتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار، ہم سے دوزخ کا عذاب پھیر دے... جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا اڑاتے ہیں اور نہ موقع کی مناسبت کے پیش نظر تنگی کرتے ہیں۔ وہ

کسی کا بے گناہ خون نہیں بہاتے، جس سے اللہ نے منع کر رکھا ہے اور بدکاری سے بھی دور رہتے ہیں... جھوٹے کام میں شامل نہیں ہوتے۔ کسی کی لغویات سے گزر رہے ہوں تو سنجیدگی اور وقار سے گزر جاتے ہیں۔ (فرقان:۶۳۔۷۴)

۴۔وہ (اہل ایمان) پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں، بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے دور رہتے ہیں جب غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں اور خدا نے انھیں جو کچھ دے رکھا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ جب ان پر کوئی زیادتی ہو تو بدلا لیتے ہیں، برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی۔ پھر جو کوئی معاف کر دے اور نیکی کرے، اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے۔ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، جو کوئی مظلوم ہو کر بدلہ لے تو اس پر کوئی ملامت نہیں۔ ملامت تو ان پر ہے جو لوگوں پر از خود ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور جو ظلم کو سہہ جائے اور معاف کر دے تو یہ بڑی عالی ہمتی کے کاموں میں سے ہے۔ (شوریٰ:۳۶۔۴۳)

اصل نیکی: اصل نیکی کیا ہے؟

۱۔اللہ پر ایمان

۲۔یوم آخرت اور فرشتوں پر ایمان۔

۳۔خدا کی اتاری ہوئی کتابوں اور خدا کے بھیجے ہوئے نبیوں پر ایمان

۴۔خدا کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مانگنے والوں کو دینا۔

۵۔مال خرچ کر کے غلاموں کو آزادی دلانا۔

۶۔نماز اور زکوٰۃ باقاعدہ ادا کرتے رہنا۔

۷۔عہد کر لینا تو اسے بہرحال پورا کرنا۔

۸۔تنگی، مصیبت یا خوف وہراس میں صابر و ثابت قدم رہنا۔ (بقرہ:۱۷۷)

نیز فرمایا:

۱۔خوش حالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں خدا کے لیے خرچ کرنا۔

۲۔غصے کو پی جانا اور لوگوں کے قصور معاف کر دینا۔

یہ دعوت حق کی محض چند جھلکیاں ہیں جنھیں عاملوں کی شکل میں بھی پیش کیا گیا اور محض نیکیوں کی شکل میں بھی۔ کیا کسی کے لیے یہ تصور کر لینا مشکل ہے کہ جس داعی حق کو یہ پاک دعوت دے کر دنیا میں بھیجا گیا تھا، وہ خود اپنی مقدس تعلیم کا کتنا افضل واعلیٰ اور کس درجہ منور ومزکی نمونہ ہوگا؟ اسلام نے جو عبادتیں مقرر کی ہیں، ان کا مقصد ومدعا بھی اس کے سوا کیا ہے کہ لوگوں کے اعمال درست ہوں، ان کے کردار اصلاح پائیں۔ ان کی سیرتیں آئینے کی طرح پاک وصاف ہو جائیں اور ان کے اخلاق زیادہ سے زیادہ سنور جائیں۔ (مولف۔ ''رسول رحمت'' ۶۷۲۔۶۷۹)

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے درخواست بنام امیر/ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ناظم کا، امیر/ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ' جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

سماج کی اصلاح میں عورت کا کردار

مولانا عبدالرب محمد حبیب الرحمن اثری

اسلام نے مرد وعورت میں اتنی محبت اور قربت پیدا کردی ہے اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے لئے اتنا ضروری بنادیا ہے کہ ان میں سے ایک کے بغیر دوسرے کی زندگی بے کیف سی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً (الروم:۲۱) فرماکر تخلیق نسواں کو مرد کے لئے سکون وراحت کا سبب قرار دیا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انما النساء شقائق الرجال (ترمذی) یعنی عورتیں مردوں ہی کا حصہ ہیں۔

اسلام نے مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کا لباس هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ:۱۸۷) کہہ کر دونوں کی عزت بڑھائی اور يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ (النساء:۱) اور يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى (الحجرات:۱۳) کہہ کر دونوں کو ایک درجہ عطا کردیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ عورت بھی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اصلاح معاشرہ میں عظیم ترین کردار ادا کرسکتی ہے۔

آج کل لوگوں میں یہ غلط فہمی رواج پاچکی ہے کہ عورتوں کا دائرہ عمل صرف خانگی امور تک محدود ہے یا زیادہ سے زیادہ بچوں کی پرورش وپرداخت تک، حالانکہ یہ بالکل تاریخ اسلام کے خلاف ہے اور یہ ان لوگوں کی محض خام خیالی اور سطحی ذہن کی پیداوار ہے کیونکہ یہ حقیقت ہمارے سامنے بالکل واضح ہے کہ کسی بھی دور میں ایک مثالی سماج کی بناء رکھنے میں خواتین کا عملی کردار نہایت ناگزیر رہا ہے جب ہم تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہیں تو بے شمار خواتین کے اسماء گرامی سرفہرست نظر آتے ہیں جنہوں نے اپنے تن من دھن کی بازی لگا کر شجر اسلام کی آبیاری کرکے مردوں کے ساتھ ساتھ صالح معاشرہ کی بناء رکھنے میں برابر کا کردار ادا کیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ عورتوں کی شرکت کے بغیر آج تک کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوسکی اور نہ ہی کسی صالح معاشرہ کی تشکیل عمل میں آسکی۔

تاریخ کے زریں اوراق شاہد ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہو سلم کے دوش مبارک پر نبوت ورسالت کا بار گراں ڈالا گیا اور آپ نے اس عظیم ذمہ داری کی نزاکت کو محسوس کرکے یک گونہ گھبراہٹ کا اظہار کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی۔ آپ کے کانپتے دل کی تسکین کا ذریعہ بنیں اور کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں خدا کبھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ پھر سب سے پہلے سعادت ایمانی سے سرفراز ہونے والی ہستی حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ ہی تھیں۔ مزید برآں اپنے قیمتی سرمایہ کے ذریعہ مکی دور میں مشن اسلام کو چلانے میں بھرپور تعاون دیا اور دس سال تک ہر قسم کی سختیوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین رفیق بنی رہیں اور اصلاح معاشرہ میں خاتون اول کی حیثیت سے شاندار کردار ادا کرتی رہیں۔

نبوت کے پہلے تین سالوں میں جو ۵۵ اشخاص دولت ایمانی سے مالا مال ہوئے ان میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل تھیں اسی طرح راہ اسلام میں لمبی مدت تک کفار کا ظلم وستم سہنے کے بعد جو ترسٹھ اشخاص حبشہ کی طرف ہجرت کرگئے ان میں اٹھارہ عورتیں بھی شامل تھیں۔ غزوات میں اگر مردوں نے حصہ لیا تو عورتوں نے بھی زخمیوں کو پانی پلایا اور ان کی مرہم پٹی کی۔

ایک نیک بخت خاتون کا واقعہ احد کے موقعہ پر یوں پیش آیا کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور نصیحت کرتے ہوئے ہر ایک کو رخصت کیا ان سے کہا کہ بیٹا پیٹھ نہ دکھانا۔ میں نے اس دن کے لئے تم کو دودھ نہیں پلایا تھا اس کے بعد ہر ایک کی باری باری شہادت کی خبر سنی جب اپنے آخری بیٹے کے شہادت کی خبر سنی تو زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ **الحمدللہ الذی اکرمنی بشهادتهم**

مشہور شاعرہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کا جنگ قادسیہ کے موقعہ پر پیش آنے والا واقعہ مشہور ہے کہ انہوں نے آغاز جنگ سے ایک دن قبل اپنے چاروں نوجوان بیٹوں کو اپنے پاس بلایا اور جنگ میں شمولیت کے لئے نہایت ہی قیمتی نصیحتوں سے نوازا بالآخر ان چاروں لڑکوں نے اپنی ماں کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے نہایت دلیری کے ساتھ اعدائے اسلام کا مقابلہ کیا اور شہید ہوگئے شہادت کی خبر سن کر حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے اللہ کا شکر ادا کیا اور شہیدوں کی ماں کہی جانے لگیں۔

مکہ میں جن لوگوں نے کفار کے ہاتھوں سب سے زیادہ ظلم وستم برداشت کیا ان میں اگر بلال ؓ وعمار ؓ جیسے مرد تھے تو ام عمیس ؓ اور ام عمارہ ؓ جیسی عورتیں بھی شامل تھیں اسی طرح اگر تعلیمی میدان میں نظر دوڑائی جائے تو وہاں بھی عورتیں مردوں سے پیچھے نہیں ہیں اگر ایک طرف ابو ہریرہ ؓ ابن مسعود ؓ وابن عباس ؓ جیسے محدثین ومفسرین کے اسمائے گرامی ملتے ہیں تو دوسری طرف عائشہ صدیقہ ؓ، عمرہ بنت عبدالرحمٰن ؒ جیسی بے شمار عالمہ وفقیہ خواتین کے تابندہ ودرخشندہ نام بھی سرفہرست نظر آتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اگر خواتین تعلیم یافتہ ہوں قرآن وحدیث کی تلاوت، صوم وصلاۃ کی پابندی ان کا شیوہ ہو تو ملت کی شام الم صبح کی بہار سے بدل سکتی ہیں اور لوگوں کے قلوب کو اسلامی تعلیمات سے منور کرسکتی ہیں جس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ نے اپنی قرآن خوانی سے ان کی تقدیر بدل دی۔

اگر آج کی عورتیں بھی اپنے اندر عائشہ، عفت فاطمہ اور عزم خنساء رضی اللہ عنہن جیسا جذبہ پیدا کرلیں تو بلاشبہ معاشرے کو حیات نو نصیب ہوسکتی ہے۔

زکوٰۃ کے اثرات انسانی زندگی پر

حافظ عبدالحفیظ بن محمد اسماعیل، عمر آباد

اسلام کا دوسرا بنیادی ستون زکوٰۃ ہے جس کے معنی پاکی، نشوونما اور اصلاح کے ہیں۔شریعت کی اصطلاح میں زکوٰۃ مال کے اس مقررہ حصہ کو کہتے ہیں جس کا ادا کرنا صاحب نصاب پر فرض ہے۔زکوٰۃ سے انسان کے بے شمار فوائد وابستہ ہیں، زکوٰۃ کا اولین مقصد یہ ہے کہ انسان مادیت سے بلند ہوکر زندگی بسر کرے اور مال پر حکمرانی کرے نہ کہ مال کا غلام بن جائے۔

ا۔بخل سے پاکیزگی :انسان کی فطرت میں بخل پایا جاتا ہے جو فرد اور معاشرہ دونوں کے لئے مہلک ہے جو مسلمان اللہ کے حکم کی تعمیل میں اس کی رضا جوئی کی خاطر زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو بخل کی خباثت سے بچتا ہے اور بخل سے بچنا ہی فلاح وکامرانی سے ہمکنار کرتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر:۹)

۲۔حب دنیا کا علاج :مال زینت دیتا ہے: اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الکہف:۴۶) جب انسان مال ودولت کے جمع کرنے میں مشغول ہوجاتا ہے تو آخرت کو بھول جاتا ہے اور دنیا سے محبت کرنے لگتا ہے۔(جو اس کی ہلاکت کا باعث ہے) جیسا کہ عہد رسالت میں ابن جمیل نامی ایک شخص تھے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول آپ میرے حق میں اللہ سے دعاء کیجئے کہ وہ مجھے مالدار بنادے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اور وہ مالدار ہوگئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو زکوٰۃ کی وصولی کے لئے روانہ کیا۔جب ابن جمیل کے پاس آئے تو انہوں نے مال کی محبت میں حضرت عمرؓ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا،رسول اللہ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا کہ **ما نقم ابن جميل الا انه كان فقيرا فاغناه الله** (متفق علیہ بحوالہ مشکوۃ) غرض زکوٰۃ انسان کے اندر یہ شعور پیدا کرتی ہے کہ انسان مال کی طلب میں مشغول رہ کر سعادت حاصل نہیں کرتا بلکہ اللہ کی رضا جوئی میں مال خرچ کر کے سعادت دارین حاصل کرتا ہے۔

۳۔شکران نعمت :عقل وفطرت کا تقاضا ہے کہ آدمی حصول نعمت پر شکر ادا کرے اور زکوٰۃ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نفس میں شکر خداوندی کے جذبات پیدا کرتی ہے کہ اللہ نے اسے مال عطا کر کے دوسرے انسانوں پر فضیلت بخشی ہے اس کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ اپنے منعم حقیقی کو پہچانے اور اس کا شکر بجالائے، اللہ تعالیٰ کے احسانات اس کے بندوں پر نفس اور مال دونوں پہلوؤں سے ہیں، چنانچہ بدنی عبادتیں بدنی نعمتوں کے شکریہ میں اور مالی عبادتیں مالی نعمتوں کے شکریہ کے طور پر ہیں۔

۴۔شخصیت کا ارتقاء :انسان کا اپنے ہاتھ سے اپنے دینی محتاج بھائیوں کو دینا اور اللہ کے حق کو ادا کرنے کے لئے خرچ کرنا اس کے لئے انشراح صدر کا باعث بن جاتا ہے یہ نفس کا ارتقاء ہے اور معنوی تزکیہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبہ:۱۰۳) ایک دوسری جگہ فرمایا:وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى (اللیل:۱۷۔۱۸)

۵۔موجب محبت: زکوٰۃ سماج کے اندر باہمی تعاون کے گہرے تعلقات، محبت اور اخوت کے روابط پیدا کرتی ہے، جب حاجت مندوں کو مالدار زکوٰۃ دیتا ہے تو ان کے صدق دل سے اس کے حق میں دعا نکلتی ہے جو اس کے لئے خیر کا باعث بن جاتی ہے۔

۶۔مال کی حفاظت اور تطہیر: زکوٰۃ مالدار کے مال کو پاک کرتی اور اس کی حفاظت کرتی ہے، کیونکہ جب مال میں کسی کا حق ہو تو جب تک اس کو ادا نہ کیا جائے وہ مال آلودگی سے پاک نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ **اذا اديت زكوة مالك فقد اذهبت عنك شره** (ابن خزیمہ والحاکم)

۷۔موجب افزائش: زکوۃ دینے سے بظاہر مال میں کمی آتی ہے لیکن کئی گنا اللہ تعالیٰ اس میں اس طرح اضافہ کرتا ہے کہ بندہ کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (السبا:۳۹) اور یہ ایسی چیز ہے کہ جو چکھتا ہے وہی جانتا ہے کہ اس ظاہری کمی کے پیچھے حقیقی اضافہ ہوتا ہے۔(سورہ روم آیت:۳۹) میں یوں فرمایا ہے کہ جو سودی کاروبار تم اس غرض سے کرتے ہو کہ اپنے مال میں اضافہ کریں تو حقیت میں اس میں زیادتی نہیں ہوتی البتہ جو زکوٰۃ تم خوشنودی رب کے لئے دیتے ہو تو اس میں اضافہ ہوتا ہے۔وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (الروم:۳۹)

۸۔زکوۃ حسد وبغض سے پاک کرتی ہے: جب فقراء، مساکین، محتاج اور تنگ دست اپنے معاشرے میں مالداروں کو عیش وعشرت میں زندگی بسر کرتے دیکھتے ہیں اور وہ ان کی مدد بھی نہیں کرتے تو ان کے دل میں مالداروں کے خلاف حسد وبغض جاگزیں ہوتا ہے۔اسلام لوگوں کو اخوت کی بنیاد پر آپسی تعلقات کو استوار کرنے کا حکم دیتا ہے اور ان نفسیاتی اور اجتماعی آفتوں کا قلع قمع کرتا ہے تو صرف وعظ ونصیحت کے ذریعہ ہی نہیں بلکہ ان کے اسباب کو بھی ختم کرنا چاہتا ہے اسی لئے زکوۃ فرض کیا تا کہ

بے روزگار کو روزی حاصل ہو، مقروض کا قرض ادا ہو مسافر کو اپنی منزل تک پہنچنے کے اسباب مہیا ہوں، اور لوگ یہ محسوس کریں کہ وہ ایک ہی برادری سے تعلق رکھتے ہیں، جس کے افراد ایک دوسرے کے معاون، رفیق اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک رہنے والے ہیں۔

۹۔اجرعظیم کا وعدہ: زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لئے دنیا میں افزائش مال اور دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ آخرت میں اجرعظیم کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جس کا تذکرہ قرآن کی کئی آیات میں وارد ہے مثلاً فرمایا فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ" (الحدید:۷) ایک اور جگہ فرمایا: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ" (البقرہ:۲۶۱)

زکوٰۃ کی عدم ادائیگی نفاق کی علامت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کی صفات میں بیان فرمایا کہ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ (التوبہ:۶۷) اس کے علاوہ مال سے برکت اٹھ جاتی ہے اور مال ہلاک ہوجاتا ہے۔ ما خالطت الزكاة مالا قط الا اهلكته (متفق علیہ مشکوٰۃ) اس کا تعلق پورے معاشرے اور عمومی زندگی سے ہے جس قوم نے زکوۃ کو روک لیا تو اللہ تعالیٰ بارش کو ہی روک لیتا ہے جو ان کے مال کی اصل وبنیاد ہے۔ ما منع قوم الزكوة الا منعوا المطر من السماء (حدیث) نیز ایسے لوگ بزبان قرآن مشرک اور منکرین آخرت ہیں۔ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (الفصلت:۶۷) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب خلافت سنبھالی تو جہاں ارتداد کا مسئلہ کھڑا ہوا وہاں مانعین زکوۃ کا فتنہ بھی امنڈ آیا۔ آپؓ نے دونوں گروہوں کے خلاف کارروائی کی اور فرمایا قسم بخدا میں ان لوگوں سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوۃ کے درمیان تفریق کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں نماز اور زکوۃ کا تذکرہ ایک ساتھ وارد ہے تو ان کا حکم بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ جیسے کہ فرمایا: فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (التوبہ:۱۱) سورہ بقرہ میں فرمایا: واقيموا الصلوة واتوا الزكوة مومنین کی صفات میں جہاں نماز کا تذکرہ ہے اس کے بعد ہی زکوۃ کا بھی تذکرہ ملتا ہے الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:۳) اور جو لوگ زکوۃ ادا کرتے ہیں تو یہ تقوی کی علامت ہے اور ایمان کی نشانی ہے جیسا کہ سورہ اعراف آیت ۱۵۶ میں فرمایا: فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ.

اللہ تعالیٰ ہم میں سے جو مالدار ہیں انہیں جہاں دیگر اسلامی ارکان کی پابندی کی توفیق ہوئی وہیں زکوۃ جیسے اہم رکن کی بھی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۷کا)

۱۵۔زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی منصوبہ بندی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ان الكافر اذا عمل حسنة اطعم بها طعمة فى الدنيا واما المؤمن فان الله يدخر له حسناته فى الآخرة ويعقبه رزقا فى الدنيا على طاعته (مسلم) ترجمہ: "کافر جب کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کو دنیا میں فائدہ مل جاتا ہے اور مومن کی نیکیوں کو تو اللہ تعالیٰ آخرت کے لیے رکھ چھوڑتا ہے اور دنیا میں بھی اس کو روزی دیتا ہے اپنی اطاعت کے بعد۔" یعنی اسے روزی بھی ملتی ہے اور اطاعت کا ثواب بھی ملتا ہے۔

قرآن کریم کے اندر بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی اپنے نیک بندوں سے محبت، ان کی حفاظت کی ذمہ داری اور ان کے اعمال کی پذیرائی جیسے امور پر روشنی پڑتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (الاعراف:۱۹۶) ترجمہ: "یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔" ایک اور موقع پر فرمایا: الله ولى الذين آمنوا (البقرۃ:۲۵۷) ترجمہ: "ایمان لانے والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہے۔" نیز فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الحج:۳۸) ترجمہ: یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دیتا ہے۔"

کافر اور نافرمان کو نیک اعمال کی توفیق نہیں ملتی تو شیطان اس کے لیے اعمال بد کی انجام دہی میں معاون بن جاتا ہے۔ اس کا دل یاد الٰہی سے خالی و ویران اور اس کا مقصد خالص دنیوی ہوتا ہے چنانچہ کسی ثواب کا حقدار نہیں ہوتا۔ مزید برآں شیطان اسے اپنے مقاصد بد کے لیے استعمال کرتا ہے اور اس کے ذریعہ ایمان والوں کو فتنے میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اپنے تقویٰ و پرہیزگاری اور ایمان کی دولت کے باعث فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

کبھی کبھی دیکھا جاتا ہے کہ انسان کو بڑی مقبولیت حاصل ہوجاتی ہے، وہ محنت کرتا ہے تو محنت رنگ لاتی ہے اور ترقی کی منازل طے کرتا ہے۔ اس نے جتنا سوچا تھا اس سے بھی زیادہ فائدہ ہوجاتا ہے۔ یہ سب اطاعت وفرمانبرداری کی برکت اور اللہ پر بھروسے کے نتیجے میں ہوتا ہے، اس کے برعکس ایک انسان بہت محنت کرتا ہے، خوب منصوبہ بندی کرتا ہے لیکن ترقی سے محروم رہتا ہے۔ ہمیں یہ بات ہمہ وقت اپنے ذہن ودماغ میں رکھنی چاہیے کہ یہ سب نیک نیتی، اطاعت وفرمانبرداری اور اللہ پر بھروسے کی کرم فرمائی ہے۔

☆☆☆

امام الدین امامؔ، دامودری، مظفر پور

جنگ آزادئ ہند میں علمائے اہلحدیث کا کردار

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملّا کی اذاں اور، مجاہد کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور

ملک ہندوستان جو ہمیں بے حد عزیز ہے اس پر انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے اپنا قبضہ جما رکھا تھا۔ پنجاب سے افغانستان کی سرحدوں تک سکھوں کا بول بالا تھا۔ دہلی اور ہندوستان کا بہت سا حصہ مختلف قسم کے داخلی وخارجی فسادات اور ظلم وزیادتی کا شکار تھا حتیٰ کہ کچھ طاقتوں کا کام لوٹ، مار، قتل وغارت گری اور فنون حرب و ضرب کے سوا کچھ نہیں تھا۔ آئے دن دہلی کے گرد ونواح میں قتل وخوں ریزی کے واقعات رونما ہو رہے تھے۔

ملک کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے اور انگریزوں کے چنگل سے چھڑانے میں ہمارے اسلاف نے بڑی قربانیاں پیش کی ہیں۔ انہوں نے اپنی جانوں کی پروا کئے بغیر تن کے گورے اور من کے کالوں سے اپنے اس دیش کو آزاد کرانے میں اپنے تن، من، دھن کے ساتھ ساتھ اپنی جوانیوں کو بڑھاپوں میں تبدیل کیا اور بڑھاپے کی کمزوریوں کے باوجود جہاد کا علم ہاتھ میں اُٹھا لیا۔ انہیں سرخیل مجاہدین آزادی کے خون کے قطروں کی وجہ سے آج ہم اس کھلی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔ اس جنگ آزادی میں علمائے اہلِ حدیث کی قربانیوں کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، ان کے دلوں میں ملک کی محبت اس قدر موجزن تھی کہ زبان حال سے ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ ؎

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

ان مجاہدین کی جماعت میں سب سے اہم اور معتبر نام شاہ اسمٰعیل شہید دہلویؒ، سید احمد بریلویؒ، مولانا عنایت علی صادق پوری، مولانا ولایت علی صادق پوری، مولانا عبداللہ صادق پوری، مولانا عبدالکریم عظیم آبادی، مولانا نعمت اللہ، مولانا احمداللہ صادق پوری، مولانا عبدالرحیم صادق پوری، مولانا جعفر تھانیسری کے علاوہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اہل حدیث علماء وعوام جنگ آزادی کے ہراول دستہ میں نظر آتے تھے۔

ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرانے کی باضابطہ کوشش شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتوے سے ہوا۔ جس میں انہوں نے ہندوستان کے ''دارالحرب'' ہونے کا فتویٰ صادر کیا، جس میں انہوں نے یہ بات کہی تھی کہ: ''قانون سازی کے سارے اختیارات عیسائیوں (انگریزوں) کے ہاتھوں میں ہے۔ مذہبی آزادی ختم ہوچکی ہے اور شہری آزادی سلب کرلی گئی ہے۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو اپنے وطن سے محبت کرتا ہے۔ اس کے لئے لازم ہے کہ وہ انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کرے اور اس کو ملک بدر کردے۔'' چنانچہ اسی کے زیر اثر سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل دہلویؒ نے اپنا قدم بڑھایا، جس کو انگریزوں نے وہابی تحریک کا نام دیا تھا۔ اسی کی بات پر لبیک کہتے ہوئے چند نام نہاد ہندوستانی، چند نام نہاد مسلمانوں نے بھی انگریزوں کی اس بات پر عمل کرتے ہوئے اس تحریک کو وہابی تحریک کے نام سے موسوم کیا اور اس کے متعلق غلط فہمیاں پھیلائیں۔ اس طرح کی بے سروپا باتوں کے جواب میں اردو ادب کے مشہور ومعروف محقق و ناقد جناب پروفیسر عبدالواسع، سابق صدر، شعبۂ اُردو، بی۔ آر۔ اے۔ بہار یونیورسیٹی، مظفر پور کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں :

''علمائے صادق پور کی تحریکِ اہلِ حدیث کو تحریک شیخ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے اس فتوے سے ملی جس میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر ملک سے انگریزوں کو مار بھگانے کے واضح اشارے تھے۔ چنانچہ سید احمد بریلویؒ اور شیخ اسماعیلؒ نے علمائے صادق پور سے مل کر تحریک اہلِ حدیث کی بنیاد ڈالی۔ یہ ایک خالص اسلامی و دینی تحریک تھی جس کے اصول وضوابط قرآن وحدیث سے اخذ کئے گئے تھے۔ اسی وجہ سے اس تحریک کو تحریک اہلِ حدیث نام دیا گیا۔ مگر مسلمانوں میں اس کی قدر وقیمت کم کرنے کی نیت سے انگریزوں نے اس کو وہابی تحریک کے نام سے شہرت دی۔ یہ محض اتفاق ہے کہ عرب میں اسی قسم کی تحریک محمد بن عبدالوہابؒ نے چلائی تھی اور وہ بھی انگریز مخالف تحریک تھی ورنہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کے علاوہ دونوں میں کوئی نسبت نہیں ہے۔''

جناب پروفیسر عبدالواسع صاحب اپنے ایک دوسرے مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

''مگر اجتماعی کوششوں میں سید احمد بریلویؒ کی تحریک جس کو بدنام کرنے کی نیت سے انگریزوں نے وہابی تحریک کا نام دیا۔ ایک ادبی تحریک میں تبدیل ہوگئی۔ اس کے تحت شیخ محمد اسماعیل شہیدؒ، عبدالرحیم صادق پوریؒ وغیرہ نے تالیفات وتصنیفات کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ جن میں ہندوستانیوں کی زبوں حالی اور انگریزوں کی جارحیت کا بیان اشاروں میں ہوا ہے۔''

(مضمون ''پہلی جنگ آزادی کا تحریکی ادب'' از پروفیسر عبدالواسع)

درج بالا اقتباسات کی روشنی میں یہ بات بالکل روز روشن کی طرح عیاں

ہوجاتی ہے کہ اس تعلق سے جو بھی غلط فہمیاں پھیلائی گئیں ہیں۔ان ساری باتوں کی بنیادیں ہلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

مسلمانوں کا ایک باہمت اور حوصلہ مند طبقہ جب انگریزوں سے جہاد کرنے کے لئے بڑھا۔جوان مجاہدین کی کوششوں کی روشن مثال ہے لیکن اس طویل جنگ آزادی کی تاریخ اس وقت تک مستند اور مکمل نہیں ہوسکتی جب تک صوبۂ بہار کے محلّہ صادق پور کے مسلم مجاہدین آزادی کے سرفروشانہ کاوشوں کا تذکرہ نہ کیا جائے۔جن کی مذہبی، علمی ادبی بصیرت فکری وسیاسی دانش مندی سے پورے ہندوستان کو روشنی ملی اور انگریزوں کو ہندبدر کرنے کا جذبہ سامنے آیا جب سید احمد شہیدؒ نے بہار کا دورہ کیا تو بہار کے محلّہ صادق پور کے مجاہدین کی تحریک آزادی میں قوت و استقامت پیدا ہوئی۔ان میں سب سے اہم نام مولانا ولایت علی وعنایت علی کا ہے۔جو اس کے اہم رکن تھے۔اس مشن کی ترقی وسربلندی کے لئے ان کے بے نفسانہ جوش اور تحریک کی خدمت میں ان کی طرح طرح کی قربانیوں کو سر ولیم ہنٹر نے (William Wilson Hunter ۱۵/جولائی ۱۸۴۰ء سے ۱۹۰۰ء) بھی کھلے دل سے تعریف کی ہے۔

محلّہ صادق پور (پٹنہ) مجاہدین آزادی کا مرکز رہا ہے، جب انگریزوں نے بنگال، بہار، اُڑیسہ کی دیوانی حاصل کر کے حکومت قائم کر لی تو پورے ملک میں بے چینی واضطراب پیدا ہوگیا، سراج الدولہ نے ملک کے عام شہریوں میں بھی آزادیٔ ملک کی تڑپ پیدا کر دی۔اسی دوران کئی مسلم تنظیمیں آزادی کے لئے وجود میں آگئیں۔جس میں علمائے صادق پور کا سب سے اہم رول رہا، مولانا عبدالرحیم صادق پوری کو انگریزوں نے جزیرہ انڈومان میں بیس سال تک نظر بند رکھا۔مولانا احمد اللہ نے بھی جزیرہ انڈومان میں دن رات قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور وہیں اللہ کو پیارے ہو گئے۔مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی بھی گرفتار کر کے پٹنہ لائے گئے، جہاں ان کے اوپر پابندی عائد کر دی گئی کہ وہ پٹنہ سے باہر نہیں جا سکتے اور پولس سپرنٹنڈنٹ کی آفس میں روز حاضر ہونا پڑتا تھا، جیسے ہی یہ میعاد ختم ہوئی دونوں بھائی پھر سے اپنے مشن کو آگے بڑھانے میں لگ گئے اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی اپنے قدم کو جمائے رکھا۔اکثر ایسے مواقع پیش آئے جب کھانے کو کچھ میسر نہ ہوا تو درختوں کے پتّوں اور چھالوں کو کھا کر پیٹ کی آگ کو سرد کیا۔گرفتاریوں کا یہ سلسلہ شروع تھا۔رانچی، ہزاری باغ، آرہ، بکسر کے قید خانوں میں مسلم رہنماؤں اور جانباز سپاہیوں کو ڈالا گیا۔انہوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں مگر علم حرّیت کو جھکنے نہیں دیا۔انگریزوں نے ان بزرگوں کے مکانات کو ضبط کر کے مسمار کر دیا۔ان کے اس محلے اور ان کے بزرگوں کی قبروں پر ہل چلائے گئے اور میونسپلٹی کی عمارت کھڑی کر دی گئی۔یحییٰ علی کی پھانسی کی سزا منسوخ کر کے اس مجاہد کی داڑھی کاٹی گئی۔مولانا احمد اللہ جن کے اوپر حکومت نے پچاس ہزار کا انعام رکھا تھا، ان دونوں نے اپنے وطن سے دور ۱۸۸۲ء اور ۱۸۸۶ء میں جام شہادت نوش کیا لیکن مولوی عبدالرحیم صادقپوریؒ سزا کاٹ کر اپنے وطن واپس آئے۔جب مہاتما گاندی بہار آئے تو یہاں کے مسلم سرفروشوں نے ان کا پورے جوش وخروش کے ساتھ استقبال کیا۔اس کے بعد مظفر پور اور چمپارن کا سفر کیا، چمپارن سے ہی ستیہ گرہ کی پلاننگ ہوئی۔

مولانا ولایت علی نے ۱۸۵۰ء میں اَستھانہ کے لئے عازم ہجرت کیا اور دہلی پہنچے یہاں انہوں نے جامع مسجد فتح پوری کے قریب ایک مکان میں قیام فرمایا اسی دوران وعظ کا سلسلہ بھی قائم رہا۔اس مجلس میں بادشاہ بیگم زینت محل کے استاد مولانا امام علی اور دہلی کے مشہور اردو شاعر حکیم مومن خان مومنؔ (۱۸۰۰ء - ۱۸۵۲ء) بھی اکثر شریک ہوا کرتے تھے۔ان سے متاثر ہوکر یہ دونوں مذکورہ حضرات نے ان سے بیعت لے کر حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔دہلی سے وہ اپنے منزل استھانہ پہنچ تو گئے مگر زیادہ دنوں تک زندگی نے وفا نہیں کی اور بالآخر ۵/نومبر ۱۸۵۲ء میں رحلت فرما گئے اور استھانہ میں ہی آخری آرام گاہ ہوا۔

علمائے صادق پور نے انگریز وغیرہ کے جبر وتشدد کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا اور اس سے مسلمانوں کو نجات دلانے کے لئے کمر باندھا۔اس جانب سب سے پہلے پیش قدمی کرنے والوں میں سید احمد بریلویؒ ہیں۔صادقپور کے وہ علماء جو سید صاحب کے ہاتھوں پہ بیعت کی ان میں مولانا عنایت علی پہلے ہی مرید ہو چکے تھے۔سید صاحب کے قیام پٹنہ کے دوران ہی ان کے بھائی مولانا ولایت علی، مولوی شاہ محمد حسین، مولوی احمد اللہ ان کے چچا مولوی یحییٰ علی اور ان کے والد مولوی الٰہی بخش مع اہل وعیال مرید ہوکر سید صاحب کے ساتھ ہو لئے۔پھر اس کے بعد انہوں نے پورے محلّہ صادق پور کے سارے خانوادے کو اپنا معتقد بنا لیا۔سید احمد شہیدؒ ۱۸۳۱ء میں مقام بالاکوٹ پر اپنی شجاعت وبہادری کے باوجود شہید ہوگئے۔انہیں کے ساتھ شاہ اسماعیل دہلویؒ بھی شہید ہوگئے۔شہید ملّت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے الفاظ میں ؎

کلیوں کو مَیں سینے کا لہو دے کے چلا ہوں
صدیوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

لیکن جیسا اندازہ تھا اس طرح کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔گویا تحریک اہلِ حدیث کا اول دور ۱۸۲۷ء میں شروع ہوکر ۱۸۳۷ء میں ختم ہوگیا۔محلّہ صادقپور کے مجاہدین کی ہمت اور قربانیوں کو مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے کہ:

"اگر جاں نثاری وقربانی اور ہمت وجواں مردی کے وہ سارے کارنامے جو اس ملک کے جہاد حریت اور قومی آزادی کی تاریخ سے متعلق ہیں، ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور اہلِ صادق پور کے کارنامے اور قربانیاں دوسرے پلڑے میں تو آخر الذکر کا پلڑا بھاری ہوگا۔"

اگر صرف محلّہ صادق پور کے مجاہدین کی فہرست بنائی جائے تو ایک مکمل کتاب ہوسکتی ہے۔لیکن میں طوالت کے باعث معذرت خواہ ہوں۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ صحافت کے ذریعہ انگریزوں کے خلاف ماحول بنانے اور مسلمانوں کے لہو کو گرمانے میں برابر لگے رہے۔انہوں نے اپنے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' ان دو رسالوں کے ذریعے مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف جنگ چھیڑنے اوران سے آزادی حاصل کرنے کی ترغیب دی۔انگریزاس مردمجاہد سے اس قدرخائف ہوا کہ مولانا آزاد کو جیل میں ڈال دیا۔اسی دوران ان کی اہلیہ کا انتقال بھی ہوگیا۔ان تمام تر مشکلات کے باوجود بھی مولانا کے پائے ثبات میں ذراسی بھی لغزش نہ آئی۔اس کے بعد ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیان ہندوستان میں جتنی بھی جنگیں ہوئیں،تحریکیں بپا ہوئیں اور جتنی بھی کوششیں ہوئیں ہرجگہ اہلحدیث علما اور عوام پیش پیش نظر آتے ہیں۔تحریک آزادی ہند میں چند اہلحدیث علماء کرام کے نام قابلِ ذکر ہیں۔مولانا عبداللہ قصوری،مولانا محمد علی قصوری،مولانا محی الدین قصوری،مولانا محمد علی لکھوی، مولانا عبیداللہ احرار، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ،مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی،مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا ابوالقاسم محمد علی مئوی، مولانا نعمان مئوی،مولانا محمد احمد مدرس مئوی، مولانا عبداللہ غازی پوری،مولانا ادریس خان بدایونی،مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی،مولانا عبدالرحیم عرف مولانا محمد بشیر،صوفی ولی فتوحی والا۔دہلی میں پنجابی اہلحدیث ، کلکتہ میں کپڑے والے اور لوہے کا کاروبار کرنے والے مدراس میں محمد عمر،۱۸۲۹ء میں مولانا محمد علی رامپوریؒ وغیرہ۔بنگال میں مولانا عبداللہ الکافی،مولانا عبداللہ الباقی،مولانا غازی شہاب الدین وغیرہم کے علاوہ شمالی ہند میں بیجاپور کے علاقہ اور شہید ٹیپو سلطان کے دربار اور اس کے علاوہ علمائے اہلِ حدیث کے نام لینے سے میری گفتگو لمبی ہوجائے گی۔اب اپنی بات کے اختتامی مرحلے میں آزاد ہندوستان کے پہلے وزیراعظم جناب پنڈت جواہر لعل نہرو کا وہ بیان جوانہوں نے محلّہ صادق پور کے اہلحدیثوں کا جنگ آزادی میں جو کارنامہ ہے اس کے بارے میں کہا تھا۔ملاحظہ فرمائیں :

''اگر پورے ہندوستانیوں کی قربانیوں کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور علمائے صادق پور کی قربانیوں کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو علمائے صادق پور کی قربانیاں بھاری پڑیں گی۔''

یہ ہیں ہمارے وہ اسلاف جن کے خون کا قطرہ قطرہ اس ملک ہندوستان کی آزادی وآبیاری اور حفاظت میں لگا ہوا ہے۔بلکہ کسی نے کہا تھا کہ اگر ہندوستان میں کسی پتھر کو اٹھایا جائے اس کے نیچے کسی کا خون ہوگا تو سب سے زیادہ اہلِ حدیث کا خون ہوگا۔اپنی بات کو اس شعر پہ ختم کرتا ہوں کہ ؂

خون دل دے کے نکھاریں گے رُخ برگ گلاب
مَیں نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

☆☆☆

جماعتی خبریں

میرٹھ میں ایک نئی مسجد کا افتتاح: شہرمیرٹھ میں مسجد عمر فاروق (اہل حدیث) کے لیے جگہ خرید لی گئی ہے جس کی رقم کی ادائیگی بھی ہوچکی ہے مسجد تعمیر ہونا باقی ہے فی الحال ٹیمپریری مسجد بنالی گئی ہے جس میں پنجوقتہ نماز ہورہی ہے 18 دسمبر 2020 کو فضیلۃ الشیخ مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے حقوق العباد کے عنوان پر جمعہ کا خطبہ دیا نماز جمعہ کے بعد ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں صدارت کے فرائض ناظم عمومی نے انجام دیے۔میٹنگ میں میرٹھ سے متعلق جماعتی امور پر غور خوض کیا گیا تمام اہل حدیث مساجد میں ابتدائی تعلیم، درس قرآن وحدیث کو منظّم طریقہ سے انجام دینے پر زور دیا گیا میٹنگ میں شرک وبدعات اور رسم ورواج کے بڑھتے رواج کو ختم کرنے پر زور دیا گیا کرونا کی وباء کے کم ہونے کے بعد پندرہ روزہ پروگرام کے انعقاد پر غوروخوض ہوا۔میٹنگ میں صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی یوپی کے ذمہ داران، شہری جمعیت کے ذمہ داروں اور کثیر تعداد میں افراد جماعت نے شرکت فرمائی۔(سرتاج علیم، ناظم شہری جمعیت اہل حدیث میرٹھ)

معروف عالم دین مولانا انصار زبیر محمدی صاحب کو صدمہ: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ اسلامک فقہ کونسل آف انڈیا ممبئی کے جنرل سکریٹری معروف عالم دین مولانا انصار زبیر محمد اعظمی صاحب کی والدہ ماجدہ کا مورخہ ۲۱/دسمبر ۲۰۲۰ء کو بعمر ۸۵ سال کرلا ممبئی میں انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ صوم وصلوۃ کی پابند، بااخلاق،نرم دل اور نیک خاتون تھیں اور کرلا میں اپنے فرزند ارجمند مولانا زبیر محمدی صاحب کے ساتھ رہائش پذیر تھیں۔ان کے جنازے کی نماز مورخہ ۲۱/دسمبر ۲۰۲۰ء کو ہی بعد نماز عشاء ادا کی گئی اور کرلا گارڈن کے نئے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔پسماندگان میں مولانا انصار زبیر محمدی صاحب سمیت دو بیٹے ایک صاحبزادی اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔لغزشوں کو درگزر کرے۔جنت الفردوس کی مکین بنائے اور پسماندگان خصوصا مولانا انصار زبیر محمدی صاحب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین

(شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

☆☆☆

تعلیمِ نسواں کی اہمیت

تسنیمہ عبداللہ

عظمت انسان اور فضائل انسانیت کے نقطۂ نظر سے مرد اور عورت دونوں برابر ہیں عورت ہونا کسی بھی اعتبار سے کمزور ہونے کا ثبوت نہیں ہے مرد صرف مرد ہونے کی حیثیت سے برتری کا اظہار کرے تو یہ مناسب نہیں ہے۔ اگر کچھ اوصاف مرد میں نمایاں ہیں تو کچھ صفات عورت میں بھی ہیں عورت ہی کے دودھ سے پلتے ہیں رسول، ولی، امام، مگر دنیا کی قدیم تاریخ میں انسانیت کی پیشانی سے یہ بدنما داغ کبھی مٹ نہیں سکتا کہ مرد نے اپنی اسی آغوش کو زخمی کیا جس میں اس نے پرورش پائی اور اسی سینہ کو مجروح کیا جس سے اس کا رشتہ حیات وابستہ تھا۔

غرضیکہ دنیا کے کسی ملک اور کسی قوم نے بھی طبقۂ نسواں پر ظلم ڈھانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی اگر چہ موجودہ ترقی علوم کے زمانے میں مختلف مذاہب اس بات کے مدعی ہیں کہ ان کا مذہب عورتوں کے مسائل کی طرف زیادہ توجہ مبذول کرتا ہے لیکن ان کا یہ دعوی صحیح نہیں۔ دنیا میں اسلام ہی وہ تنہا مذہب ہے جس نے عظمت نسواں کا خیال رکھتے ہوئے مختلف اعتبار سے مردوں کے بالمقابل لا کھڑا کیا اور برابری کا درجہ دیا ہے ارشاد باری ہے: هُنَّ لِبَاس" لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاس" لَّهُنَّ (البقرہ:۱۸۷)

زمانہ میں عورت کے واسطے انصاف کا دروازہ بند ہو چکا تھا، دنیا کا ہر مذہب اسے دھتکار چکا تھا، جانوروں کی طرح بازاروں میں اس کی خرید وفروخت ہوتی تھی ان کی پیدائش ذلت وعار تھی اس کے پیدا ہوتے ہی اسے سپرد خاک کر دیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بہیمیت اور سفاکیت کا خاتمہ کیا اور ایک باعزت زندگی گذارنے کا حق دیا اور ظالموں کو تنبیہ کی۔ وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (التکویر:۸۔۹)

اس الفاظ نے دنیا کی فضا میں ایک ایسی گونج پیدا کر دی کہ دنیا کی تمام قوموں اور مذہبوں کو سرتسلیم خم کرنا پڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الدنیا کلها متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة (مشکوۃ ۲ کتاب النکاح) دنیا پوری کی پوری متاع ہے اور دنیا کی سب سے بہترین متاع نیک عورت ہے۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (التوبہ:۷۱)

اسی طرح اسلام نے عورتوں پر ایک بڑا احسان یہ بھی کیا کہ ان کو وراثت میں حصہ دلایا گویا اسلام ہی وہ منفرد اور ممتاز مذہب ہے جس نے عورتوں کو ان کے والدین اور قریبی رشتہ کی جائداد میں اس طرح وارث قرار دیا جس طرح ایک مرد کو۔ فرانس کے مشہور مورخ اور علم النفس کے مشہور ماہر موسولینان لکھتے ہیں کہ اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے عورتوں کی حالت کو درست اور اسے اعلیٰ مقام پر فائز کیا۔

عورت اپنے روپ میں وفا شعار، پرخلوص، پُر اعتماد اور ایثار وقربانی کا ایک حسین امتزاج ہے اس کا دل ہمیشہ امن ومحبت وفا خلوص اور ہمدردی سے لبریز رہتا ہے، وہ محبت کا پیکر اور پیار کا منبع ہے گویا سراپا محبت اور نصف انسانیت ہے اگر مرد انسانیت کے ایک حصہ کی ترجمانی کرتا ہے تو دوسرے حصے کی ترجمانی عورت کرتی ہے۔ لہٰذا عورت کو نظر انداز کر کے جو بھی انسانیت کے لئے اسکیم یا منصوبہ بنے گا وہ نامکمل اور ادھورا ہوگا کیونکہ اس میں عورت کی شرکت ناگزیر ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ معاشرے میں عورت کی حیثیت مشین کے کسی ایسے پرزے کی سی ہے جس کو مشین سے جدا کر دیا جائے تو ساری مشین ناکارہ بن جاتی ہے۔ اسلام نے عورت کو پستی سے اٹھا کر اعلیٰ مقام دیا۔

اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے زندگی کے ہر شعبے میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی شریک کیا ہے جب اسلام نے علم سیکھنے اور سکھانے کی تعلیم دی تو مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی اس کا پورا پورا حق دیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ دور اول میں جس طرح بڑے بڑے علماء اور ادباء گذرے ہیں اسی طرح علم وفضل میں نامور خواتین نے بھی اپنی مثالیں چھوڑی ہیں انبیائے کرام کے ساتھ ان کی پاک بیویاں، مومنوں کے ساتھ مومنہ عورتیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج مطہرات، اخلاق وتعلیم کی نشر واشاعت اور دین کے پھیلانے میں پیش پیش رہیں۔ علم وادب کے میدان میں حضرت عائشہ، ام عطیہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہن جیسی جلیل القدر محدثات وواعظات کا نام سنہرے حرفوں میں لکھا جاتا ہے لیکن حضرت عائشہؓ ان سب میں ممتاز تھیں ان کے علم وادب کا میدان بہت وسیع تھا ان کے علاوہ ام سلمہؓ کے بارے میں ذہبیؒ فرماتے ہیں كانت تعد من فقهاء الصحابة یعنی صحابہ میں جو فقہاء تھے ان میں ان کا شمار ہوتا تھا ان سب کے علاوہ تاریخ میں اور بہت سی جلیل القدر خواتین گذری ہیں جن کی مثالیں نہیں ملتیں، یہ اسلام ہی کا عورتوں پر اتنا احسان عظیم ہے جس نے عورتوں کی تعلیم وتربیت پر پورا پورا زور دیا اور مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے کی پوری آزادی ملی لیکن اسلام نے عورتوں کے مقام کو مردوں سے جدا رکھا ہے دین اسلام کسی بھی صورت میں عورت کے لئے ایسی تعلیم وتربیت کی حمایت نہیں کرتا جو اسے جوہر

نسائیت سے محروم کردے کیونکہ جس طرح پھول کی خوبی اور پاکیزگی نکہت اور حسن میں ہے اسی طرح احساس نسائیت عورت کا اصلی جوہر ہے اسلام اسے اس بات کی تعلیم نہیں دیتا کہ وہ چراغ خانہ بننے کے بجائے شمع محفل بنے اپنی عفت وعصمت کے محفوظ قلعے میں رہنے کے بجائے بازاروں، کلبوں اور ہوٹلوں میں جائے، نامحرموں کا سامنا کرے، ان کی ہوس ناکیوں اور جنسی تقاضوں کے سامنے اپنے سر کو جھکادے۔ اسلام عورت کو عورت ہی کے روپ میں رکھ کر تعلیم وتربیت کی تعلیم دیتا ہے۔ علامہ اکبرالہ آبادی نے سچ کہا ہے۔

تعلیم عورتوں کو ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہو وہ سبھا کی پری نہ ہو

عورت کا اصلی محاذ اس کا گھر ہے۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ عورت کا سکون واطمینان اوراس کی عزت شہر کے بازاروں ہوٹلوں، دفتروں اور کارخانوں کی اونچی اونچی عمارتوں میں نہیں بلکہ اسلامی حدود کا پابند رہنے میں ہے کیونکہ پاکدامنی عورت کا زیور ہے۔ اسی طرح ایک خانہ دار خاتون معاشرہ کو اخلاقی گندگی سے پاک رکھ سکتی ہے اور ترقی کی راہیں ہموار کرسکتی ہے اسلام عورت کی ایسی تعلیم کا قائل ہے جس سے عورت اپنے گھر کو ہر قسم کی برائیوں سے پاک رکھے اپنی ساری دلچسپیاں اور اپنے فکروعمل کی ساری قوتیں مجتمع کر کے گھر کو چار چاند لگادے اور اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنائے۔ اپنی آبرو کی حفاظت کرے، خانگی زندگی کو پُر کیف بنائے اپنے بچوں کی پرورش پوری توجہ کے ساتھ کرے کیونکہ وہی بچے کی بنیادی تعلیم کا سبب ہوتی ہے اور انہیں اپنی بھرپور توجہ اور جدوجہد سے معمار قوم بنائے تاکہ وہ آئندہ نسلوں کے لئے مفید ثابت ہوں۔ کیونکہ کامل اور پابند انسان اسی دور کے احتیاط اور توجہ کی بنا پر کمال تک پہنچتے ہیں اوران کی جہالت کا سبب اسی دور کی بداحتیاطی اور غفلت کا سبب ہے۔ اس دنیا میں جتنی نامور ہستیاں گذری ہیں ان کی سوانح حیات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بزرگی اور عظمت کا اصلی راز ان کے بچپن کی تربیت ہے اس لئے ماں کی گود کو بچے کی پہلی درسگاہ کہا جاتا ہے۔ علامہ اقبال اپنی والدہ ماجدہ سے مخاطب ہوکر اس حقیقت کو اس طرح واضح کرتے ہیں۔

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر مرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا

مصر کے مشہور شاعر احمد شوقی کا مشہور شعر ہے۔

الام مدرسة اذا اعددتها
اعددت شعبا طيب الاعراق

ماں ایسی درس گاہ ہے جسے اگر تم نے اچھی طرح سے تیار کرلیا تو اس سے بڑا اچھا گروہ تیار ہوکر نکلے گا۔

چنانچہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب ایک مرد ترقی پاتا ہے تو ایک فرد کی ترقی ہوتی ہے۔ لیکن جب ایک عورت ترقی پاتی ہے تو ایک خاندان ترقی پاتا ہے مگر افسوس آج کی تنگ نظری ایسی تعلیم وتربیت کی مخالف ہے۔ اہل مغرب اور مسلمانوں کی فکر میں زمین وآسمان کا فرق ہے اسلام عورت کو چراغ خانہ بننے کی ترغیب دیتا ہے لیکن اہل مغرب اسے شمع محفل بننے پر مجبور کرتے ہیں انہوں نے عورت کو اس کے دائرہ کار سے گھسیٹ کر دوکانوں آفسوں اور تفریح گاہوں میں پہنچادیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج گھروں کا سکون رخصت ہوچکا ہے اور باہمی انتشار نے اس کی جگہ لے لی ہے سچ ہے آرام گھٹ گیا ہے اعزاز بڑھ گیا ہے۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اس علم کو ارباب نظر موت

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ماں کے بارے میں ارشاد ہے: فان الجنة تحت رجليها ان تمام حقائق سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام نے عورتوں کے حقوق کی جتنی رعایت کی ہے اور جس قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمان بہنوں کو مفید علم سے ہمکنار کرے ایسا علم جو ہمارے دین اور دنیا دونوں کو سدھارے اور جس طرح ممکن ہو معاشرہ کی اصلاح کریں۔

☆☆☆

مضمون نویسوں سے گزارش

۱۔ مضمون صاف، خوشخط یا کمپیوٹرائزڈ بھیجیں۔
۲۔ مضمون کی اصل کاپی روانہ کریں۔
۳۔ مضمون کا فوٹو کاپی دفتر کو ارسال نہ کریں، فوٹو کاپی میں بعض حروف مٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے مضامین کی اشاعت روک دی جاتی ہے۔
۴۔ مضمون نگار حضرات اپنا پورا پتہ اور موبائل نمبر ضرور لکھیں۔
۵۔ کسی مضمون میں اقتباس نقل کرتے وقت کتابوں کا حوالہ ضرور دیں۔
۶۔ قرآنی آیات اور احادیث کی پوری تخریج اور مصادر کا حوالہ ذکر کریں۔
۷۔ کسی دینی مسئلہ پر کوئی مضمون ہو تو اس پر ہر ناحیے سے بحث کرنے کے بعد راجح موقف بیان کریں۔
۸۔ اپنے مضامین میں پرجوش خطیبانہ یا منافرت پھیلانے والے اسلوب سے گریز کریں۔

(ادارہ جریدہ ترجمان)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق امیر حافظ محمد یحییٰ دہلویؒ صاحب کے انتقال پر

تعزیتی پیغام

گرامی قدر جناب شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ وتولاہ
امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

گذشتہ ۲۲/نومبر ۲۰۲۰ء کو جماعت اہل حدیث ہند کے عظیم سرمایہ، قدیم رکن جماعت اور سابق امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند حافظ محمد یحییٰ بن حافظ حمید اللہ رحمہما اللہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا، جو کہ جمعیت وجماعت کے لیے کسی قومی وملی خسارے سے کم نہیں ہے اور جس کی تلافی بھی نہیں کی جاسکتی ہے۔ موصوف بلند اخلاق کے حامل، صوم وصلاۃ کے پابند اور نہایت متقی وپرہیزگار تھے۔ آپ کی شخصیت جہاندیدہ تھی، آپ ہمت وحوصلہ کے پیکر تھے، فیاضی وسخاوت آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ آپ کے خانوادے کا تعلق جمعیت وجماعت سے بہت قدیم تھا، اور وہ جمعیت وجماعت کی تعمیر وترقی میں پرخلوص حصہ لیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ محمد یحییٰ رحمہ اللہ ۱۹۴۴ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند) کے رکن نامزد ہوئے، اور ۱۹۵۰ء میں والد محترم کی وفات کے بعد جماعت کے ساتھ عملی تعاون کا باضابطہ آغاز کیا۔ پھر ۱۹۵۱ء میں مولانا عبدالوہاب آرویؒ کے بدست آپ جمعیت اہل حدیث ہند کے جنرل سکریٹری مقرر کیے گئے۔ آپ کی عمدہ کارکردگی کا ہی نتیجہ ہے کہ ۱۹۵۲ء میں آپ کو جمعیت کا دوبارہ جنرل سکریٹری بنایا گیا۔ اسی طرح ۱۹۹۵ء میں نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے بطور آپ کا انتخاب ہوا۔ جماعت کو سینچنے اور سنوارنے میں آپ کی جدوجہد یہیں پر بس نہیں ہوئی، بلکہ مولانا مختار احمد ندویؒ اور بعدہ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ کے مستعفی ہو جانے کے بعد دوبارہ کارگزار امیر کی حیثیت سے آپ نے جماعت کو سنبھالا دیا۔ ۲۰۰۱ء کے اجلاس شوری میں آپ امیر جمعیت چنے گئے۔ آپ کی امارت کا یہ سلسلہ بدستور جاری رہا کہ ۲۰۰۶ء میں آپ دوبارہ اور ۲۰۱۲ء میں سہ بارہ امیر مرکزی جمعیت منتخب ہوئے، اور اس طرح ۲۰۱۷ء تک منصب امارت پر فائز رہے۔

امیر محترم! یہ بھی حقیقت ہے کہ اس وقت بحیثیت ناظم عمومی آپ کی انتھک کوششوں، بے پناہ جدوجہد، حضرۃ الامیر رحمہ اللہ کے ساتھ آپ کی مکمل ہم آہنگی اور بے پایاں خلوص ہی کا ثمرہ ہے کہ ان کے عہد امارت میں شعبہ دعوت وارشاد کو استحکام ملا، متعدد قومی وعالمی کانفرنسیں منعقد ہوئیں اور مختلف حساس موضوعات پر سیمینار وسمپوزیم کا انعقاد عمل میں آیا، جس نے دعوتی وتربیتی کاز کو آگے بڑھانے میں مہمیز کا کام کیا۔ بلاشبہ موصوف کا عہد امارت اور آپ کا دور نظامت دعوت وارشاد کے ساتھ ساتھ نظم جماعت، تعلیم وتربیت، نشرواشاعت، تحقیق واحصائیات، تعمیرات ورفاہ عامہ اور ہمہ جہت تعمیر وترقی کے باب میں ایک نئے اور روشن عہد کا اضافہ ہے۔ اور آپ کی امارت میں بھی وہی خوشگوار نشاطات وسرگرمیوں کا تسلسل برقرار ہے۔ خصوصاً اوکھلا، نئی دہلی میں واقع اہل حدیث کمپلیکس کی شکل میں انہوں نے اور ان کے ناظم عمومی یعنی آں محترم نے قوم وجماعت کو بڑا قیمتی اثاثہ دیا ہے۔ جس کے لیے جماعت امیر رحیل اور آپ موجودہ امیر کی یکساں طور پر رہین منت وشکر گزار ہے۔ اور اسی طرح اہل حدیث منزل کی بوسیدہ اور قدیم ترین عمارت کی جگہ اب عظیم الشان تین منزلہ عمارت کی تکمیل کا کام بھی ان کے زیرسرپرستی آپ یعنی موجودہ امیر نے ایک مشکل ترین وقت میں انجام دیا ہے۔ جو ایک تاریخی اور عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اس کے لئے بھی آپ جہاں مبارکباد کے مستحق ہیں وہاں پوری جماعت کی طرف سے بھی دعاؤں سے نوازے جارہے ہیں۔ اللہ تعالی حافظ صاحب کی کوتاہیوں کو درگزر فرمائے، خلوص کا عمدہ اجر دے، جنت الفردوس میں اعلی مقام عنایت کرے، پسماندگان کو صبر مرحمت فرمائے اور جمعیت وجماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ اور آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

ذکی احمد مدنی
امیر شہری جمعیت اہل حدیث کولکاتا ومضافات
وقائم مقام ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث، مغربی بنگال
۳/دسمبر ۲۰۲۰ء

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

کتاب الآداب

مؤلف: فؤاد بن عبدالعزیز الشلھوب

مترجم: محمد نعیم محمد شفیع سلفی

تقدیم: مولانا اصغر علی امام مهدی سلفی

صفحات: 665 قیمت: -/300

دو تاریخی اور عظیم کارناموں کے بارے میں

ایک بڑی خوشخبری اورپُرزور اپیل

پیارے بھائیو! اہل حدیث منزل واقع علاقہ جامع مسجد دہلی میں چوتھی منزل کا کام چھت تک پہنچ چکا ہے اوراہل حدیث کمپلیکس کی دوسری منزل کی چھت کی ڈھلائی آپ کے صدقۂ جاریہ کی منتظر ہے۔ ان ہر دو عظیم اورتاریخی کارِخیر میں ہر فرد سے فوری مدد کی اپیل ہے۔اس عظیم یادگاراورصدیوں کی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل اورخوابوں کوشرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے کیا آپ سوپچاس اوردس روپئے بھی بھیجنے سے معذور ہیں؟

پھر نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ ہوئی۔

مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر حاضر خدمت ہے۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292